سوانح

حضرت ہلال ابنِ نافع علیہ السلام

مصنّف

زبدۃ العلماء سیّد آغا مہدی لکھنوی

سوانح

حضرت ہلال ابنِ نافع علیہ السّلام

مصنّف

زبدۃ العلماء سیّد آغا مہدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ بُک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مصادر و مآخذ	۴	۱۶	واقعاتِ کربلا سے پہلے کی زندگی	۲۶
۲	قومی اخبارات کی رائیں	۶			
۳	یا واقع یا نافع	۱۰	۱۷	نصرتِ دین کا عزم بالجزم	۲۸
۴	تحقیق لفظ	۱۲	۱۸	لشکرِ حُر کی طرف سے محاصرہ کی پُرفریب کوشش	۳۰
۵	رویت ہلال میں اسلامی نظریہ	۱۴	۱۹	لشکرِ حُر کی آمد پر نافعؑ کے تاثرات	۳۱
۶	پیدائش نافعؑ	۱۶			
۷	سلسلہ نسب	۱۸	۲۰	عاشور سے پہلے علمداری کا عہدہ	۳۲
۸	ہلال نام رکھنے کا سبب	۱۹			
۹	ایک مفید بحث	۱۹	۲۱	روزِ عاشور کی قیامت زا صبح	۳۴
۱۰	بچپن اور تعلیم و تربیت	۲۱			
۱۱	اوصاف ذاتی	۲۱	۲۲	نیزہ بازی کا پہلا موقع	۳۵
۱۲	تیر اندازی	۲۱	۲۳	رخصت	۳۷
۱۳	پانی پلانا	۲۱	۲۴	نافع کی جنگ اور رجز	۳۸
۱۴	صحبتِ حضرت علیؑ کا فیض	۲۳	۲۵	شہادتِ نافعؑ	۳۹
			۲۶	زیارت میں نافعؑ پر سلام	۴۱
۱۵	قصہ اصحاب اخدود	۲۴	۲۷	منظوم سوانح نافعؑ	۴۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸	آغاز سوانح حیات ہلالؓ	۴۷
۲۹	واقعہ کربلا میں شرکت	۴۷
۳۰	ہلالؓ کی آمد	۴۸
۳۱	ہلالؓ کی ذاتی خصوصیات	۵۰
۳۲	شب عاشور	۵۰
۳۳	روایت ہلال بن نافعؓ	۵۰
۳۴	صبح عاشور اور ہلالؓ کا عہدہ	۵۴
۳۵	ہلالؓ کی جنگ	۵۶
۳۶	دونوں مجاہدوں میں فرق	۵۶
۳۷	رجز ہلالؓ	۵۷
۳۸	شہید کربلاؑ کے غم میں سب سے پہلا مرثیہ	۵۹
۳۹	دشمن کی زبان پر مظلوم کی مدح	۶۰
۴۰	فوج شام سے مجروح امامؑ کی ثناء و صفت	۶۱
۴۱	سیرت ہلالؓ کے سبق آموز پہلو	۶۳
۴۲	نوحہ حضرت زینبؑ اور بھائی کو ہلالؓ کا خطاب	۶۷
۴۳	سر برادر کو ہلال سے کیوں تشبیہ دیا	۷۰
۴۴	منظوم سوانح ہلالؓ	۷۳
۴۵	باب المراثی	۷۹

سبیل سکینہؑ
حیدرآباد، لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸

مصادر و مآخذ

اصولِ کافی
اخبار آفتاب لکھنؤ
تاریخ الامم والملوک
جلاء العیون
الحسین از علی جلال حسینی مصر
روضۃ الصفاء
شہید اسلام
صحیح ترمذی
عیون اخبار رضا
کاس المساکین
مقتل ابی مخنف
مجالس مفجعہ
مناقب آل ابی طالب
مقتل شہاب الدین عاملی
نور العین ترجمہ ابصار العین

ارشاد شیخ مفید
بحار الانوار
تفسیر سورۂ یوسف غزالی
حقائق الایمان
دمعہ ساکبہ
سفینۃ النجات
صحیح بخاری
عرائس التیجان ثعلبی
کمال ارتضوی
لولوۃ البحرین
منجد الطالب (لغت)
مجمع البحرین
مدینۃ المعاجز
منتخب فی المراثی والخطب
ناسخ التواریخ جلد ششم

آئینہ تصوف
تاریخ الکامل
تنقیح المقال (رجال)
حلیۃ المتقین
روضۃ الشہداء کاشفی
شہداء کربلا (امامیہ مشن)
صراح (لغت)
علل الشرائع
کنز العمال
لہوف
مجمع البیان
مفاتیح الغیب
مدارج النبوت
مجموعہ ورام
نان وحلوا بہاؤ الدین عاملی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہلال بن نافع رح
میرے ماں باپ تم پر فدا

یہ معرفت الٰہی کے سمندر کا ایک تیراک اور آزادی مذہب کی خاطر مرمٹنے والے شہید کا بھرپور حال زندگی ہے جو سولہ برس پہلے ہماری دسویں پیش کش کی صورت میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں چھپا اور ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہوکر ہر لحاظ سے قوم نے پسند کیا۔ فقط دو جلدیں دفتر میں رہ گئیں۔

للہ الحمد کہ مؤلف مدظلہ کے اہم اضافہ اور نظر ثانی کے بعد پھر حاضر خدمت ہے۔ ہلال رح کی شہادت وہ قربانی ہے جس کی نظیر آسانی سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ دو بہادر اور بے بہادر جانبازوں کی سیرت ہے جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے کے بعد آپ خود کہیں گے کہ شب عاشور کے فضائیہ میں پیاسوں کے کام و دہن سے عقیدت میں ڈوبے ہوئے جو الفاظ نکلے اور عمل صالح کی صورت میں بلند ہوئے وہ دل کے کانوں سے اب تک سنے جا رہے ہیں

زآں تشنگاں ہنوز بعیوق میرسد آواز العطش زبیابان کربلا

ہماری نئی نسلوں کو بچپن ہی سے ان کے سیاسی معاشی سماجی ثقافتی استحکام میں اپنی تاریخ دہرانے کی احتیاج ہے تاکہ وہ ملک کی گرتی ہوئی انسانیت کو تھام سکیں۔ اس ضرورت کو اگر آپ بھی محسوس کریں تو صرف توسیع اشاعت میں آپ کی کوشش سے سلسلہ نشر آگے بڑھ سکتا ہے اور دور رفتہ کی پرچھائیاں آئینۂ حال میں نظر آ سکتی ہیں۔ خدائے برتر اس کتابچہ کو مستند تشریح اور مکمل تصویر ممدوح قرار دے۔

والسلام　　　　خادم ملت سید احمد نقوی

۱۸ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

قومی اخبارات کی رائیں

نوشتہ اعظم حسین صاحب مرحوم کربلائی جرنلسٹ المتوفی ۱۹۵۶ء

ھلال بن نافعؒ:۔ جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی نہایت کوشش سے مفید دینی تالیفات میں مصروف رہتے ہیں۔ موصوف نے حضرات شہداء کربلا کی سوانحعمریوں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ حضرت علی اصغرؑ، مسلم بن عقیلؑ، حبیب ابن مظاہرؓ، زہیر بن قینؓ، عثمان بن علیؑ، عون بن علیؑ، بریر بن خضیر ہمدانیؓ کے حالات پر مشتمل مجموعہ بہت قابلِ قدر ہیں۔ زیر نظر سوانح عمری موصوف کے تالیفی سلسلہ کی دسویں کڑی ہے جس میں دو شہیدوں کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ ایک نافع بن ہلالؓ دوسرے ہلال بن نافعؓ۔ اوّل الذکر بزرگ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے صحابی تھے اور آخر الذکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور یہ دونوں ہی اصحاب روزِ عاشور کربلا میں امامِ مظلومؑ پر فدا ہوئے۔ نافع بن ہلالؓ خانوادہ مذحج کے رکن اور ایک سن رسیدہ فرد تھے جو تیراندازی میں بہت مشہور تھے۔ ہلال بن نافعؓ کا تعلق یمن کے قبیلہ بجل سے تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت جوان تھے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ رفیقہ حیات کے ساتھ کربلا میں وارد ہوئے امامؑ کو نرغۂ اعدا میں گھرا ہوا دیکھا مرنے پر کمر باندھ لی۔ روکنے کے لئے عروس کا ہاتھ دامن تک پہنچا مگر دامن چھڑا کر میدانِ کارزار میں پہنچے اور یہ کہہ کر امامؑ پر جان نثار کردی۔ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

فاضل مؤلف نے اپنی لکھی ہوئی ہر سوانح عمری کی طرح اس میں بھی صاحبانِ سوانح کے کردار سے حاصل ہونے والے خصوصی سبق گنوائے ہیں اور آخر میں

اردو مراثی سے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں جو ان اصحاب سے متعلق ہیں۔ اس طرح کتاب کی افادیت اور دلچسپی بڑھ گئی ہے افراد قوم سے پرزور سفارش کی جاتی ہے کہ ان کتابوں کی خریداری کرکے ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اخبار استقلال لکھنؤ
مورخہ ۲۳ جون ۱۹۵۰ء

سبیل سکینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

رشحہ کلک خطیب اکبر مولانا سید اولاد حسین صاحب شاعر لکھنوی المتوفی ۱۳۷۷ھ:۔ سوانح عمری ہلال بن نافع لسان الملت مولانا مولوی سید آغا مہدی صاحب قبلہ مدیر الواعظ کی یہ تازہ تصنیف ہے۔ مولانا اپنے زور بیان اور قلم میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اس تصنیف میں بھی نمایاں ہے۔ یہ بہت بہتر سلسلہ ہے کہ تمام شہداء کے سوانح حیات الگ الگ مرتب ہو جائیں۔ اگرچہ بعض کے حالات اس قدر مختصر ہیں کہ محققین نے چند سطروں پر اور بعض حضرات کے لئے صرف نام پر اکتفا کی ہے۔ بہر طور ماحول میں وسعت پیدا ہو ہی سکتی ہے۔

اخبار سحاب۔ جوہری محلہ لکھنؤ
مورخہ ۱۵ ر اگست ۱۹۵۰ء

شیعہ لاہور:۔ زبدۃ العلماء لسان الملۃ علامہ سید آغا مہدی صاحب لکھنوی نے شہداء کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مختصر مگر جامع و مانع سوانح عمریاں تحریر کرکے عوام سے نہ صرف اُن کا تعارف کرایا ہے بلکہ ہر شہید کی شہادت سے جو سبق ملتا ہے اسے عوام کے لیے کردار و سیرت کو مضبوط بنانے کے سلسلہ میں واضح نشان دہی کرکے ابھارا ہے۔

موصوف کی تصنیفات کو ملاحظہ و معائنہ کرنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک مفکر و مورخ ہی نہیں بلکہ ایسے محقق ہیں جو عملی میدان میں ہر محاذ پر دشمن کو شکست دے سکتے ہیں۔

اخبار شیعہ لاہور یکم مارچ ۱۹۶۵ء

اسد لاہور:۔ لسان الملت علامہ سید آغا مہدی صاحب قبلہ صحیح معنوں میں محقق اور مورخ ہیں۔ آپ کی تالیفات ہمارے اس بیان پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیئے کافی ہیں۔ آپ کے مضامین اخبارات میں بھی بکثرت شایع ہوتے رہتے ہیں اور ناظرین بڑی دلچپی اور رغبت سے انہیں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس لیئے یہ مضامین درحقیقت علمی اور تاریخی اعتبار سے نہایت درجہ محقق اور موثق ہیں۔ ہلال بن نافع و حبیب بن مظاہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ سوانح عمری ہے جو ہے تو مختصر لیکن دریا ہے جو کوزہ میں سمو دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کی کتابت و طباعت ہر دو نصیب دشمناں ہونے کی شکایت کرتی ہیں پھر بھی اظہارِ مطالبہ میں کہیں روک ٹوک نظر نہیں آتی۔

تقریباً دو درجن کتب فریقین سے ماخوذ حالات اس میں جمع کیے گئے ہیں واقعات کا ربط و تسلسل اور ان میں جاذبیت پیدا کرنا مصنّف کے کمال اور اقتدارِ قلم کی زندہ دلیلیں ہیں۔ ضرور طلب کریں۔ ۲۶ فروری ۱۹۶۵ء

سرفراز:۔ مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی نے شہداء کربلا کی سوانح عمریوں کے سلسلہ میں بڑا مفید کام جاری کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے حضرت علی اصغرؑ، مسلم بن عقیلؑ، حبیب بن مظاہرؓ، زہیر بن قینؓ، عثمان بن علیؑ،

عون بن علیؑ، بُریر ہمدانیؒ کے حالات پر مشتمل مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ انہوں نے نہایت کاوش، محنت اور پُراز خلوص جذبہ کے ماتحت لکھے ہیں جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے ۵۴ مشہور کتب تواریخ سے مدد لے کر اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے جہاں حوالے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ فٹ نوٹ میں اس کی صراحت فرمادی ہے۔ نافعؒ کی بزم حضرت امیرالمومنینؑ میں شرف باریابی، لشکر حُرّ کی آمد پر ممدوح کے تاثرات عہدۂ علمداری شہادت نافعؒ اور اسی طرح سوانح حیات ہلالؒ ذاتی خصوصیات میسرہ پر تقرر جنگ، دونوں مجاہدوں میں فرق، لفظ بجلی کی تحقیق غرض یہ کہ کتنے ہی عنوان قائم کرکے انہوں نے نہایت تحقیق سے یہ حالات لکھے ہیں۔ یہ کتابچہ دو شہدائے کربلا کے حالات پر مشتمل ہے ان میں سے ایک ہلال بن نافع بجلیؒ جو حضرت امام حسینؑ کے صحابی تھے۔ دوسرے نافع ابن ہلالؒ جو حضرت امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے۔ فاضل مولف نے تحقیق و تنقید کے ان تمام گوشوں کو اجاگر کیا ہے جو ابھی تک تشنۂ تحقیق و تنقید تھے۔ زبان سادہ اور دلکش ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کی مناسب قدر افزائی کریں گے۔ خود بھی مطالعہ فرمائیں گے، اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں گے اور احباب میں بھی اس کی افادیت کا پرزور پروپیگنڈہ کریں گے تاکہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ مومنین کرام تک پہنچ سکے اور مولانا ممدوح نے جس خلوص اور جذبہ کے ماتحت اسے لکھا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔

یَادَافِعُ یَانَافِعُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کربلا میں جو عربی سورما فاطمہؑ کے لال پر قربان ہو گئے، ان کے ایمان افروز سلسلہ حالات کی دسویں کڑی ہے جو پیش ناظرین ہے۔

صد افسوس کہ حق و صداقت کے علمبردار فوج میں چھ مہینہ کی جان علی اصغرؑ بھی زندہ نہیں تو مظلوموں کی سرگزشت کون بیان کرے۔ ہمارے کان میں جو آج قدما کی آوازیں آ رہی ہیں ان سب کی ترجمان زبان غیر ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے نظریات میں اس قدر تناقضات پائے جاتے ہیں کہ صحیح نقطہ پر پہنچنا تائید ایزدی کے بغیر دشوار ہے۔

واقعہ نگاری کوئی مشغلہ تفریح نہیں ہے اگر اس کو کامیابی کے ساتھ کیا جائے تو انسان کو اپنی ساری زندگی اسی کی نذر کر دینی چاہیئے۔ خدا گواہ ہے کہ ۳۶ برس پہلے میں نے جب اس وادی میں پہلے پہل قدم رکھا تو اس موضوع پر نہ کوئی کتاب ملی نہ رسالہ، اُسی نے مدد کی اور کام آگے بڑھا۔ تلاش اور جستجو میں میری طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی۔ مگر اس کا شکوہ ہے کہ ماحول نے میری صدا ساری قوم تک پہنچنے نہ دی ؎

خون کی سی چیز کر دینا پڑی پانی مجھے
پھر بھی یہ بیداد گر دنیا نہ پہچانی مجھے

جن مضامین سے انسان کی اخلاقی زندگی پر کوئی مفید اثر نہیں پڑتا۔ وہ سب فضول بلکہ ایک حد تک مضرت رساں ہیں۔ میں نے شہدائے کربلا میں ہر شہید کا قیامت زا حال ختم کرتے ہوئے اس کی قربانی سے جو سبق ملتے ہیں۔ ان پر بھی

ناظرین کی توجہ مبذول کی اور اسی کے ساتھ ساتھ ہر کتاب کے مقطع سخن میں باب المراثی قرار دیا جسے پڑھ کر عوام سمجھتے ہیں کہ میں کس دعوی کی تائید میں شعر و سخن کو دلیل بنا کر پیش کر رہا ہوں۔ حالانکہ میرا مقصد یہ تھا کہ نظم سے ذوق رکھنے والے اصحاب کی بھی دلچسپی ہو اور اُردو ادب کی غیر فانی خدمت ہو۔ زبان کی تدریجی ترقی کا تعارف حاصل ہونے کے ساتھ شعراء کی خدمات کو باقی رکھا جائے۔
یہ سبق چھٹی صدی کے مفکر اعظم علامہ ابن شہر آشوب کی طرز تحریر سے حاصل ہوا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فقیر باب اہلبیتؑ

آغا مہدی رضوی

ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ

تحقیقِ لفظ

زبانِ عرب میں ھل ھلا کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں۔ ماہِ نو کو ہلال اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے دیکھنے سے لوگ چیخ اٹھتے ہیں "چاند ہو گیا"۔ نام رکھنے میں حضرتِ انسان نے اس فراخ دلی سے کام لیا ہے کہ انسان، حیوان، کتاب، اخبار، قومی ادارے، خاندان جسے دیکھو وہ اس نام سے مسمّٰی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں[1] میں میمونہ بنت حارث عامریہ ہلالیہ رض، زینب دختر خزیمہ بن حارث ہلالیہ رض، شعراء میں حمید[2] بن ثور ہلالی محتاجِ تعارف نہیں۔ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے شامی کے جوابِ استفسار میں علم و حکمت کے جو دریا بہائے ہیں۔ اس بصیرت افروز حدیث میں یہ بھی ہے کہ شامی نے جب پوچھا کہ براقِ نبوی کی کیا کنیت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ابو ہلال[3]۔ ہمارے مشہور عالم بہاؤ الدین عاملی علیہ الرحمہ المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ نے دعا رہلال صحیفہ کاملہ کی شرح لکھی اور نام رکھا الحدیقۃ الھلالیہ[4]۔ مولانا سید باقر مہدی صاحب مرحوم جیرولی افاضل شیعہ میں ایک مقدس عالم تھے۔ انہوں نے اسی دعا کی شرح کی اور نام رکھا "عید کا چاند"۔ جناب تاج العلماء لکھنوی کے مواعظ جونپور کا نام بھی چودہویں رات کا چاند ہے۔ آپ اردو ادب کے پہلے سرپرست ہیں جو سنہ ۱۳۱۲ھ میں ایک عظیم ذخیرہ چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

کلکتہ سے یورپ کی جنگ عظیم کے زمانہ سنہ ۱۹۱۴ء میں زیر ادارت ابو الکلام

---

[1] مدارج النبوۃ ج ۲ طبع نولکشور تقطیع کلاں ص ۴۷۴ [2] انارۃ البہم ص ۱ طبع نور المطابع سنہ ۱۹۲۵ء [3] عیون اخبار رضا [4] لولوۃ البحرین۔

آزاد ایک علمی، ادبی، سیاسی اخبار نکل رہا تھا اس کا نام تھا "الھلال"۔ اس جریدے کے علمی مقالات نے اردو صحافت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کے بعد وہ دَور آیا کہ قدیم ہندوستان میں انجمن ہلال احمر قائم ہوئی اور اب ہمارے قومی پرچم اور سکّہ پر ہلال نظر آتا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہماری پہلی منزلِ ارتقا ہے۔ جیسے ابھی چودھویں رات کے چاند کی حدوں تک پہنچنا ہے۔

قومیات میں تصویر ہلال کا اساس توہم نے سیرت حضرت امام رضا علیہ السلام سے لیا ہے۔ سیرت نگار کہتے ہیں کہ آپ کی انگوٹھی پر جو ہاتھ میں رہا کرتی تھی ہلال بنا ہوا تھا[۱]۔ عقیق اور بعض دوسرے پتھروں میں یہ جذب ہے کہ خاص اوقات میں آثار سماویہ سے درخت، آدمی، چاند کا عکس محفوظ ہو جاتا ہے اور اس نگینہ کو صاحبانِ ذوق شجری کہتے ہیں۔ ایسے عقیق اب بھی کہیں کہیں دستیاب ہوتے ہیں۔ شعرا نے کبھی محبوب کے ابرو کو ہلال سے تشبیہ دی اور کبھی خود معشوق کو چاند کہا ہے

نظر آیا نہ اپنا چاند افسوس   آج اس کو گزر چکے دن تیس[۳۰]

یہ تشبیہ محاورات عرب کے مطابق اور ہلال سے بدر کا تصوّر ایک نفسیاتی بات ہے۔ صلاح الدین صفدی کہتا ہے ؎

لما ترائینا الھلال بدالنا   محیا حبیب لم یغب قط عن فکری
فقلت عجیب ان یری البدر ھکذا   تماما ونحن الان فی اول الشھر

(نفحۃ الیمن ص ۲۱۴ طبع مصر)

---

[۱] شالیہ ص ۵۳ تاج العلماء۔

مقدمہ

رویتِ ہلال میں اسلامی نظریہ

شریعت اسلام میں تحقیقِ رویت ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے جس میں فریقین نے آپس میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں کیا ہے۔ فریقین کی چند حدیثیں اس مقام پر قابل غور ہیں جو اس موضوع کی جان ہیں ــــ

حدثنا عبد اللہ بن مسلم عن مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رمضان فقال لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ رای حتی یری من یثبت برویتہ الحکم) ــــ خلیفہ زادہ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ ذکرِ ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنا جب تک چاند نظر نہ آئے اور افطار بھی نہ کرنا جب تک عید کا چاند دیکھ نہ لینا۔

(۱) صحیح بخاری جلد اوّل ص۳۰ و ص۲۲۳ طبع مصر ۱۳۵۵ھ

(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص۲۵۱ و ۲۶۳

(۳) کشف الغمہ شعرانی ج ۱ ص۱۵۸ طبع مصر

صحیح ترمذی میں ایک پورا باب ہے ما جاء لکل اھل بلد رؤیتھم[۱] ہر شہر کے باشندوں کے لئے بحث رویت میں جو حدیثیں وارد ہوئیں کے عنوان سے اور یہ واقعہ موجود ہے۔ امّ الفضل بنت حارث کسی ضرورت سے حاکم شام کے پاس گئیں اور جس کام کے لئے سفر کیا تھا وہ پورا کر کے جبکہ ماہِ رمضان کا چاند

---

[۱] صحیح ترمذی ج ۲ ص۲۱۳ طبع مصر ۱۹۳۱ء

دہنان ہوگیا تھا واپس ہوئیں۔ دہنان شب جمعہ کو چاند ہوا تھا۔ دمشق سے واپسی پر ماہ رمضان کی آخری تاریخیں ہوگئیں اور جب ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا کہا شب جمعہ کو۔ ابن عباس نے کہا تم نے خود دیکھا تھا۔ کہا لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا۔ معاویہ بھی روزہ سے تھے۔ ابن عباس نے کہا ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا اور ہم جب تک تیس دن پورے نہ ہوں گے یا خود چاند نہ دیکھیں گے روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اُمّ الفضل نے کہا' امیر شام کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا کافی نہیں ہے؟ کہا نہیں ہم کو رسول ؐ نے یوں ہی حکم دیا ہے۔[۱]

علماء امامیہ کا ارشاد یہ ہے ـــ "ماہ رمضان یا اور مہینوں کی پہلی تاریخ بہ سبب چند چیزوں کے ثابت ہوتی ہے۔ پہلے چاند دیکھنے سے بشرطیکہ دیکھنے والے کو رویت ہلال کا یقین حاصل ہو جائے۔ دوسرے بہ سبب شیاع، تیسرے یہ کہ دو عادل رویت کی گواہی دیں۔ چوتھے یہ کہ مہینہ کے ۳۰ دن تمام ہو جائیں۔ پانچویں بہ سبب حکم حاکم شرع بشرطیکہ اس کی خطا کا یقین نہ ہو۔"

شیاع اس جم غفیر کے خبر دینے کو کہتے ہیں جن کی اطلاع سے چاند ہونے کا گمان حاصل ہو اور وہ سب خبر دیں کہ ہم نے چاند خود دیکھا اور عادل اس کو کہتے ہیں جس میں پیش نمازی کی صلاحیت ہو۔ اگر ایک عادل اور دو عادل عورتیں یا زیادہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی سے چاند ثابت نہ ہوگا جب تک حد شیاع تک نہ پہنچے۔ جنتری[۲] وغیرہ کے حساب سے چاند ثابت نہیں ہوتا۔ (جامع عباسی پنج بابی ص ۱۰۸ طبع ۱۲۶۹ھ مطبع ذوالفقار حیدری۔)

---

[۱] تحفہ احمدیہ ج ا ص ۱۴۴ [۲] وبحساب تقویم وغیر آں داخل شدن ماہ ثابت نمی شود

ماہ رمضان کا چاند دیکھنا علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے نزدیک سُنّت ہے[1] اور ابن عقیل واجب جانتے ہیں دعائے منقول پڑھنا بھی ان کے نزدیک واجب ہے۔

اطلاع

آپ کا نام حسن[2] بن علی عمانی تھا (حرف ع کو پیش اور میم کو زبر غراب کے وزن پر) یمن کے رہنے والے تھے۔ رجال میں ان کے لئے فقیہ اور متکلم کے شاندار الفاظ موجود ہیں۔ نجاشی مشہور عالم ماہر علم رجال کا بیان ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کو میں نے ان کی تعریف و توصیف کرتے کثرت سے سُنا ہے۔

پیدائش نافع رح

موجودہ کتب امامیہ میں تو شہدائے کربلا کی ولادت کی تاریخوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ نہ اہل سنت کے اُس طبقہ کے قلم سے اس مسئلہ میں کچھ رہنمائی ہوسکتی ہے جو عزاداری کا مخالف حسینیت کا دشمن ہے۔

لہٰذا روات فریقین کی خاموشی کے بعد اب گوہر مقصود عنقا تھا اور کسی کا طائرِ وہم بھی وہاں تک نہ پہنچا۔ صرف صوفیوں نے کشف و اشراق کی بلند پروازی سے ہر ہر شہید کی تاریخ ولادت ظاہر کی جس کو اگر ہم نقل بھی نہ کریں تو صاحبانِ نظر میں قانونِ سیرت نگاری کا ناقابل عفو جرم سمجھا

---

[1] زادالمعاد ص۱۰۴ [2] مجمع البحرین

جائے گا۔ چنانچہ شاہ محمد حسن چشتی صابری ہلال بن نافع رض کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ وہ ۷ ارجب ۴۰ھ روز شنبہ وقت فجر بصرہ میں پیدا ہوئے۔ (آئینۂ تصوف)

ایسا مفصل بیان تاریخ سیرت مقاتل میں کہیں نہیں ہے۔ ہلال بن نافع رض کے حالات میں اہلِ قلم کے بیانات اضطراب سے خالی نہیں ہیں سپہر کاشانی نے پہلے نافع بن ہلال رض اور پھر ہلال بن نافع کی جنگ لکھ کر عملاً اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ واقعۂ کربلا میں ان دونوں مجاہدوں کی خدمات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جناب مولانا سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری المتوفی ۱۳۶۱ھ نے حسینیت کے احترام میں ناسخ التواریخ ہی کے رویّہ کو اختیار کیا ہے اور شہیدِ اسلام کے صفحات میں بہ سلسلہ فہرست شہداء کربلا دونوں مجاہدوں کا نام درج کیا اور آخر میں فرمایا:۔

"ان تمام مذکورہ ناموں پر اگرچہ پورا وثوق نہیں ہو سکتا کیونکہ اہلِ تواریخ نے ان کے نام نہیں لکھے ہیں مگر میں نے ناسخ کی تلاش کے مطابق یہاں نقل کر دیئے"

(شہیدِ اسلام)

امامیہ مشن لکھنؤ کے رسائل میں صاحبِ ناسخ التواریخ کے بیان کا جائزہ ہے اور ان پر یہ الزام عائد کیا کہ انھوں نے دونوں شہیدوں میں سے کسی کے حال میں بھی یہ نہ لکھا کہ واقعۂ کربلا میں ـــ

"ہلال بن نافع رض کے ساتھ ان کے فرزند تھے یا نافع کے ساتھ ان کے باپ ہلال رض تھے"۔ (شہدائے کربلا حصۂ دوئم)

اس کے بعد مزید تبصرہ مقصدِ بالا پر یہ ہے:۔

"یہ امر کہ وہ تیرانداز تھے اور ان کے رجز کا یہ مضمون کہ ان کے سوفار پر ان کے نام کی نشانی موجود تھی نافع رض کی روایت سے مطابق ہے ان کے بازوؤں کا

ٹوٹنا اور ان کا گرفتار کیا جانا اور پھر شہید ہونا سب نافعؒ کے حالات سے ماخوذ ہے۔

سپہر کاشانی نے واقعات کو توڑ مروڑ کر جو خامہ فرسائی کی ہے اس کا نتیجہ یہی ہے کہ وہ نقد و تبصرہ کی زد میں آئیں۔ لیکن ناسخ التواریخ کے مصادر دیکھنے سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہلال بن نافعؒ اور نافع بن ہلالؒ کے حالات جنگ ملتے جلتے نہیں ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ راوی نے ایک شخص کی سیرت و قربانی کے دو ٹکڑے کرکے دو نام تجویز کر دیے ہوں۔ اور در اصل ایک نام ان میں موہوم ہو۔ ہلال بن نافعؒ کا تعلق یمن کے قبیلہ بجل[1] سے ہے اور نافع بن ہلالؒ دوسرے خانوادہ مذحج سے وابستہ ہیں۔ بجل اور مذحج ایک نہیں ہیں۔ اس مسلک کے اختیار کرنے کا ایک اچھا نتیجہ یہ ہے کہ شب عاشور کی روایت ہلال کا کبھی[2] انکار نہیں کرنا پڑتا اور باب مصائب کی وسعت باقی رہتی ہے۔ اسی بنا پر مرقومہ بالا تاریخ ولادت جس کو فاضل چشتی نے دریافت کیا نافع بن ہلالؒ کی قرار پاتی ہے جو یقیناً صحابیٔ حضرت علیؑ تھے نہ ہلال بن نافعؒ کی جنہوں نے زمانہ حضرت امیر المومنینؑ کا ادراک بچپن میں کیا۔

اصحاب حسینؑ وہ بلند و بالا ہستیاں ہیں جن کی ذہنیت میں اتحاد، مقصد میں متحد، عظمت میں مشترک، امتحان میں باہم شریک۔ لہٰذا ہم بجائے انفرادی حیثیت کے ہر دو شہید پر اس رسالہ میں قلم اٹھاتے ہیں۔ پہلے انشاء اللہ نافع بن ہلالؒ کا حال آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ پھر ہلال بن نافعؒ کا۔ وہ صحابی حضرت علیؑ اور یہ صحابیٔ مظلوم کربلاؑ تھے۔

سلسلۂ نسب

انسان کی شرافت اور اس کے حسب و نسب کی بلندی اس بات سے ثابت ہوتی ہے کہ کئی پشت تک اس کے نسب

---

[1] الرجال السید العظیم مع جمال ذیل ۱۲ معجم۔ [2] مولف شہداء کربلا نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔

کی کڑیاں راویوں کے پیش نظر ہوں اور دادا پردادا کے نام دل اور زبان سے محو نہ ہوں چنانچہ نافع حرؒ کے باپ کا نام ہلال اور ان کے والد کا نام پھر نافع تھا۔ گویا دادا کے نام پر پوتے کا نام رکھا گیا اور پردادا کا نام جمل تھا جن کے باپ سعد نامی گزرے ہیں جو اپنے قرابتداروں میں خوش نصیب کے لقب سے مشہور ہے اور سعد کے باپ مذحج تھے اسی نام پر یہ خاندان مشہور ہوا۔

ہلال نام رکھنے کا سبب

آخر یہ نام کیوں رکھا گیا۔ ہم سوانح حیات عثمان بن علیؑ میں لکھ چکے ہیں کہ عرب میں بچہ کا نام یوں رکھا جاتا ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد زچہ خانہ کے بیٹھنے والے سب سے پہلے جس چیز پر نظر کریں۔ وہی نام قرار پائے۔ ان کان کلبا یسمی ابن کلاب ان کان ھلالاً یسمی ھلال۔ اگر کتے پر نظر پڑی تو ابن کلاب اور چاند پر نظر پڑی تو ہلال۔ ابن عصفور، ابو ہریرہ، ابن ظبیان وغیرہ نام اسی دستور کی بنا پر رکھے گئے ہیں۔ عربی زبان میں "ابن" بیٹے کو اور "ابو" باپ کو کہتے ہیں۔ مرد کی کنیت میں زیادہ تر یہی دو الفاظ شروع میں بڑھائے جاتے ہیں لہٰذا جس لفظ کے پہلے ابن یا ابو ہو "سمّی" اس کا بیٹا یا باپ سمجھا جائے گا۔ چونکہ عصفور چڑیا کو، ظبی ہرن کو اور ہریرہ بلّی کو کہتے ہیں۔ اس لئے ناموں کا وقار قائم نہیں رہتا۔ شکرِ خدا کہ ممدوح کسی ارضی مخلوق کے نام پر نامزد نہیں بلکہ ان کا نام عالم بالا کی سیر کرتا ہے۔ اگر بچپن میں وہ ہلال تھے تو واقعۂ کربلا افزائش کمالات نے ان کو بدر بنا دیا۔ اور آج ان کو آسمانِ شہادت کا ماہ تابندہ کہنے میں کسی کو عذر نہیں ہے۔

ایک مفید بحث

کلام عرب میں ہلال پہلی رات کے چاند سے تیسری شب تک کے چاند کو

کہتے ہیں۔ اور قمر کا اطلاق چوتھی رات سے آخری تاریخوں تک ہوتا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر بحار کی چودہویں جلد میں مستقل بحث کی ہے اور اصمعی[1] کا قول درج کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق جب تک چاند دائرہ کی صورت اختیار نہ کرے اس وقت تک ہلال ہے اور یہ کیفیت ان کے نزدیک ساتویں سے شروع ہوتی ہے اور اس وقت اس کو قمر کہتے ہیں۔ چونکہ سفید چیزوں کو زبان عرب میں اقمر کہتے ہیں اس لئے سفیدی کے لحاظ سے قمر کہا گیا۔ اس وقت نور قمر تاروں پر غالب ہوتا ہے اور چودہویں رات کے چاند کو بدر اور پھر آخری تاریخوں ۲۶، ۲۷ کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ اگرچہ چاند آخری تاریخوں میں اگلی شکل اختیار کرتا ہے جس کو خداوند عالم نے درخت خرمہ کی سوکھی ہوئی شاخ سے تشبیہ دی ہے۔ والقمر قدرناها منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم ۔

اردو کی کتابوں میں آپ برابر دیکھتے ہیں کہ ہر مہینہ کا چاند دیکھ کر خاص خاص چیزیں دیکھنا چاہئیں۔ کوئی شے امام جعفر صادق علیہ السلام کے حکم کی بنا پر اور کوئی خواجہ نصیر الدین طوسی کی تجویز سے۔ اصول درایت کے لحاظ سے اس کا کچھ پتہ نہیں کہ یہ احکام کہاں سے حاصل کئے گئے اور راوی کا کیا نام ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دانشمندوں نے اس خیال میں کہ چاند دیکھ کر ہر کس و ناکس پر نظر نہ پڑے اپنے نفسیات کی بنا پر ستاروں کے تناسب اور علم الحروف کی رعایت سے کچھ چیزیں مقرر کر دیں اور شہرت نے اس کو قرآن و حدیث کا جامہ پہنا دیا۔ آداب رویت ہلال میں جناب سرور کائنات[2]

---

[1] زبان عرب میں جس کے کان چھوٹے ہوں اس کو اصمعی کہتے ہیں (لغات کشوری) ان کا نام عبدالملک باہلی اور کنیت ابوسعید تھی۔ ان سے کثرت سے روایات ہیں۔ وہ عرب کی خبروں پر زیادہ سے زیادہ باخبر تھے۔ (منجم)

حضرت امیرالمومنینؑ اور امام زین العابدین علیہم السلام سے جو دعائیں منقول ہیں اور صحیفۂ علویہ صحیفہ سجادیہ اور علم الدعا کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں صرف وہی معتبر اعمال ہیں اور بس قدیم کتابوں میں اس محل پر یہ قطعہ نظر آتا ہے ؎

ماہِ محرم زر ببیں اندر صفر آئینہ	اول ربیع آب رواں آخر غم ای مہ نگر
ماہ جمادی نقرہ بیں پس بیں در آخر یں	ماہ رجب مصحف ببیں شعبان گیاہ سبز تر
شمشیر در رمضان نگر شوال جامہ سبز تر	ذلیقعدہ بینی کودکے ذیحجہ دختر خوب تر

(اکمال ارتقوی مطبوعہ ۱۳۰۸ھ صد ۴، ۵)

تیسری تاریخ تک چاند ہلال رہتا ہے اس لیئے جو اعمال وارد ہوئے ہیں وہ تین دن چاند دیکھنے کے بعد کیئے جا سکتے ہیں جناب حجۃ الاسلام سید ابو صاحب قبلہ مجتہد مرحوم اس مقام پر فرماتے ہیں :-

"عوام میں مشہور ہے کہ تیسری شب یا تیسری تاریخ کا چاند دیکھنا باعث نحوست ہے اس کی اصل کہیں کتب امامیہ میں پائی نہیں جاتی بلکہ خلاف اس کے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ چاند دیکھنے کے وقت خواہ پہلی شب ہو خواہ دوسری یا تیسری مستحب ہے کہ دعا ہائے منقولہ کو پڑھیں۔

(تحفۂ احمدیہ جلد دوم صد ۳۱ مطبوعہ بستان مرتضوی ۱۳۰۵ھ)

چاند دیکھنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور یہ ساعت استجابت دعا کے اوقات میں ہے۔ (بحار الانوار۔ جلد ۱۹ صد ۴۲)

بچپن اور تعلیم و تربیت نشو و نما اسلامی جاہ و جلال کے گہوارہ میں ہوئی۔ ہوش سنبھالتے سنبھالتے علم کا شوق اس قدر غالب ہوا کہ اپنی تمام توجہ تحصیل علوم پر منعطف کر دی اور بچپن کا زمانہ تمام تر تحصیل کمالات میں گذرا سن شعور تک پہنچتے پہنچتے ان کو

علمِ قرآن میں اتنا عبور ہوا کہ ماہرِ فنِ قرأت مان لیے گئے۔ غرض ممدوح کی ذات ان تمام اوصاف کی جامع تھی جو ہم متفرق طور پر دیگر لوگوں میں پاتے ہیں۔

اوصافِ ذاتی

واقعات جو آئندہ آپ کے سامنے آئیں گے ان کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ نافع زیورِ کمال سے آراستہ تھے۔ علم و کمال، ہمدردی، مساوات، فرض شناسی، غیرت، انصاف، شجاعت، بہادری، تیراندازی میں وہ یگانہ روزگار تھے۔ ان کے نمایاں صفات میں بعض صفتوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

تیراندازی

یہ وہ صفت ہے جو سلف صالحین میں برابر پائی جاتی تھی۔ تیر و کمان کی تاریخ ہم نے شہزادہ علی اصغرؑ میں کسی قدر تفصیل سے لکھی ہے۔ احادیث ائمہؑ میں اس فن کے فروغ پر جا بجا بحث ہے۔ جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کا ارشاد ہے اپنے لڑکوں کو تیرنا اور تیر لگانا سکھاؤ۔ (حلیۃ المتقین)

جناب رسالتمآبؐ نے کسی لڑائی میں اپنی فوج کے ایک بہادر سپاہی سعدؔ کی ہمت افزائی کی اور وہ جب تیر پھینکتے تھے تو آپؐ فرماتے تھے اللھم سدد رمیتہ بارِ الٰہا ان کے تیر کو نشانہ تک پہنچا۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۱ ص۲۷ بمبئی)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بھی تیر و کمان کو ایسے ہی مقامات پر استعمال کیا ہے جس کا تعلق میدانِ جنگ سے نہیں ہے۔ چونکہ کمال شجاعت یہ ہے کہ دشمن کی صفوں میں ڈوب کر دست بدست لڑے۔ اس لئے حیدری شجاعت یہ نہ تھی کہ دشمن سے دور رہے اور تیر و کمان سے جنگ ہو۔

آفریں شہدائے کربلا کی ذہنیت پر کہ انہوں نے عاشور کے ایک دن میں اپنے ذاتی کمالات بھی دکھلائے اور شمشیر زنی کا موقع آیا تو لاتعداد تلواروں سے

منہہ نہ موڑا۔

پانی پلانا انسانی ہمدردی کا سب سے سہل اور آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی پیاسے کو ہم پانی پلائیں۔ اسی اخلاقی فریضہ کو پیغمبر اسلامؐ اور ان کے اوصیاءؑ نے مذہبی جامہ پہنا کر عظیم اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اس عمل سے شاید ہی کوئی عمل بہتر ہو۔ پیاسوں کو پانی دینا اگر کسی ایسے انسان کی صفت ہو جو بہشت میں پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو جس کو پانی پلایا ہے وہ سیراب ہونے کی جزا میں اس کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔ طبرسی علیہ الرحمہ نے پیغمبر خداؐ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت ایک شخص جو اہل بہشت سے ہو گا بارگاہ صمدیت میں عرض کرے گا کہ اے پالنے والے تیرے فلاں بندے نے دار دنیا میں پانی پلایا تھا مجھے اس کی شفاعت کا اختیار دے۔ حکم ایزدی ہوگا کہ جا اور اس کو جہنم سے باہر کر۔ یہ شخص اس کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تلاش کر کے جہنم سے نکالے گا۔ (مجمع البیان تفسیر سورہ مدثر)

نافع بن ہلالؒ نے اہلبیت حسینؑ تک پانی پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ عالم باعمل پیکر خیر تھے۔ ان کے اس عمل کا کیا کہنا وہ اس خدمت کا اجر ساقی کوثر کے ہاتھ سے پائیں گے۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے پانی لانے میں جو اجر و ثواب تھا وہی ارادہ میں حاصل ہوا۔

صحبت حضرت علیؑ کا فیض امیر المومنین علیہ السلام کی علم افروز صحبت میں نافعؒ کا حاضر رہنا اور باب مدینہ علم کی جبہ سائی وہ شرف ہے جو اچھے اچھوں کو نہیں ملا علیؑ کی سرکار سے نافعؒ علم و عمل کی لازوال دولت لوٹتے رہے اور خلعت تہذیب و اخلاق نے ان کو ایسا سنوارا کہ

لہ (۱) کافی، کلینی رحمۃ اللہ صفحہ ۱۷۲ (۲) حقائق الایمان ملا محسن کاشانی صفحہ ۱۷۶
(۳) تفسیر مفاتیح الغیب رازی ج ۱ صفحہ ۶۷۸ طبع مصر۔

سرفروشی کی منزل پر جان دینے میں بھی عذر نہ ہوا۔ تاویل قرآن میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں جہاد کیا۔ وہ ان نام نہاد صحابہ میں نہ تھے جو سرفروشی کے موقع پر جان عزیز کرتے تھے۔ ایک گروہ تو وہ تھا جس کے ارادوں کی کمزوری اور قوتِ عمل کے فقدان کو دیکھ کر یا اشباہ الرجال ولا رجال کہا تھا۔ جو صورت نامرد اگر زیادہ تھے تو ان میں سربکف بھی تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ، مالک اشترؓ، کمیل بن زیادؓ، میثم تمارؓ، حجر بن عدیؓ، رشید ہجریؓ، عمر بن حمق خزاعیؓ روحانی سلطنت کے وہ نورتن تھے جن کا ایک ایک رکن عدیم المثال تھا۔ موخرالذکر جان بازوں کو بارگاہِ عصمت سے جو خطاب عطا ہوا تھا وہ ملاحظہ ہو۔ عبیداللہ امرتسری تراست حضرت امیرالمومنینؑ کے ثبوت میں لکھتے ہیں:-

عن علی قال یا اهل الکوفة ستقتل منکم سبعة نفر خیارکم مثلهم کمثل اصحاب الاخدود منهم حجر بن العدی و اصحابه فیقتلهم معاویه فی دمشق الشام کلهم من الکوفة۔

(کنزالعمال)

جناب امیرؑ نے کوفہ کے لوگوں سے فرمایا اے اہل کوفہ عنقریب تم میں سے سات آدمی جو کہ نہایت برگزیدہ ہیں قتل کئے جائیں گے۔ ان کی مثل بعینہ گڑھے کے شہیدوں کی ایسی ہے ان میں سے حجر بن عدی رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ پس امیر معاویہ نے ان کو دمشق شام میں قتل کیا۔ وہ سب کوفہ میں تھے۔ (ارجح المطالب ص ۱۸۸ چھاپ لاہور طبع اوّل)

قصہ اصحاب اخدود

اصحاب اخدود کا قصہ قرآنی حکایت ہے جسے سورہ بروج میں لسان قدرت نے بہ قسم بیان کیا ہے۔

لہ نہج البلاغہ ص ۴۲، ۹۲

قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذ ھم علیھا قعود وھم علیٰ ما یفعلون بالمومنین شھود۔ خندق والے خداشناس قتل کیے گئے یہ آتشیں خندق تھی جس میں (دشمنانِ حق نے) ایندھن جھونک کر مشتعل کیا تھا جب (عالم بادشاہ اور اس کے ساتھی) خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ ایمانداروں کے ساتھ کرتے تھے اس کو دیکھ رہے تھے۔

(پ۔۳۰ رکوع ۱۰)

حقیقتِ حال یہ ہے کہ قوم حبش پر خدا نے ایک حبشی کو نبی بنا کر بھیجا۔ یہ قوم اپنے بادشاہ یوسف ذونواس کو خدا سمجھتی تھی اور اس کی اور بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ نبی نے ان کی بدکرداری پر وعظ و نصیحت کی اور خدائے قہار و جبار کی طرف دعوت دی۔ بادشاہ نے نبی مذکور کے ساتھیوں سے فوج بھیج کر جنگ کی اور بیشتر نفوس کو قتل کر ڈالا۔ جو باقی بچے ان کو قید کر کے ۴۰ گز لانبی اور ۱۲ گز چوڑی ایک نہر کھودی اور اس کو آگ سے پاٹ دیا اور حکم دیا کہ جو بادشاہ کے دین پر ہو وہ الگ اور جو اس سے انکار کرے وہ آگ میں آکر گر پڑے۔ وہ تمام مومنین جو نبی کے پیرو تھے مجبور ہو کر ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اس آگ میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ جب ایک صاحب اولاد خاتون کی باری آئی اور وہ اپنے تین مہینہ کے بچے کو گود میں لیے ہوئے قریب آئی تو اس کو کسی قدر پس و پیش ہوا۔ قدرت نے دل بڑھایا کہ بے زبان معصوم کو گویا کیا۔ شیر خوار نے ماں سے کہا کہ تم حق پر ہو۔ یہ سنتے ہی وہ بھی آگ میں کود پڑی۔

اور اس آخری قربانی کے بعد منتقم حقیقی نے ہوا کو حکم دیا جس نے آگ کو بادشاہ اور اس کے ہوا خواہوں کی طرف پہنچا دیا اور وہ سارے باطل نواز

جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ اور جتنے مومنین آگ میں گرے تھے وہ سب بال بال بچ گئے اور صحیح وسالم نکل آئے۔

ابو اسحاق ثعلبی مورخ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے باپ کا نام شرجیل تھا اور یہ زمانہ فترت کا واقعہ بعثت نبوی سے ستّر سال پہلے کا ہے۔ (عرائس التیجان ص ۳۰۵ طبع مصر)

آمدم برسرِ مطلب اصحاب امیر المومنین کو ان بے گناہ مظلوموں سے تشبیہہ دینے میں راز یہ ہے کہ جس طرح ظالم بادشاہ نے ان کو نذرِ آتش کرنا چاہا تھا اور بمصداق چاہ کن را چاہ در پیش۔ وہ خود ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح اصحاب حضرت علیؑ کو تہ تیغ کرنے میں ظالم ان کے قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوا اور فردائے قیامت میں خدائے قہار وجبار کی مہیا کردہ آتش دوزخ میں ابدالآباد تک جلے گا۔ جو اصحاب امیر المومنین حکومت شام کے فروغ میں قتل ہوئے ان سے شہدائے کربلا کا مرتبہ یقیناً بڑھا ہوا تھا۔ لہٰذا ان کی مثال اصحاب اخدود سے بھی برتر افراد سے دی جا سکتی ہے۔

واقعاتِ کربلا سے پہلے کی زندگی

نافع بن ہلالؒ نہایت شریف النفس اپنے گھرانے کے سردار اور رئیس سمجھے جاتے تھے۔ بڑے بہادر اور قاری قرآن اور منشی تھے۔ کتاب خدا ان کو زبانی یاد تھی اور حافظان قرآن میں بڑی تعظیم سے ان کا نام لیا جاتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی صحبت نے ان میں اور چار چاند لگائے تھے۔ باب مدینۂ علم سے روایت کرنے کا فخر بھی حاصل تھا۔ کاش وہ روایات ہمارے سامنے ہوتیں جن کو کربلا کے اس مقدس شہید نے واقعہ کربلا سے پہلے نشر کیا۔ علم حدیث کی چاروں بلند پایہ کتابیں دیکھنے سے یہ زرّیں اقوال

زیر نقاب نہیں رہ سکتے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔ زمانہ امیر المومنینؑ کا ادراک کرنے سے ان کو تابعین میں بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔ اصحاب رسولؐ کو جس نے دیکھا ہو اور ان سے علمی استفادہ حاصل کیا ہو اس کو تابعی کہتے ہیں۔ نافعؒ نے داگران کو صحابی نہ مانا جائے تو کم از کم تین معصومینؑ کا زمانہ دیکھا حضرت امیر المومنینؑ کی حکمت آگیں رزم بزم میں برسوں رہے اور صفین و جمل و نہروان میں خوب خوب داد شجاعت دی۔ پھر امام حسنؑ کا پرسکون مگر گوناگوں انقلاب کا عہد دیکھا اور یہ مقدر کی یاوری تھی کہ حسینی عہد تک رہے اور بڑھاپے میں شہادت کی لازوال دولت ملی۔ گویا صفین و جمل و نہروان میں حافظ حقیقی نے اسی لئے بچایا تھا کہ کربلا میں جنگ کر کے یہ امتحان بھی دیدیں کہ تشنہ و گرسنہ کیونکر جنگ کرتے ہیں۔ ان خدمات کے بعد نافعؒ کا نام اہلبیت طاہرینؑ میں اجنبی نہ تھا۔ وہ دیرینہ خادم اور پرانے عقیدت کیش تھے۔ ان کی وفا سے ہو سکتا ہی نہ تھا کہ حسینؑ قتل ہوں اور وہ گھر میں سکون کی زندگی کو نعمت سمجھتے ہوئے بیٹھے رہیں۔ نافعؒ آپ کا بڑھاپا انس اور زید بن ارقم صحابی رسول سے زیادہ شاندار تھا۔ وہ فضیلت علیؑ کی گواہی دینے میں پیری کا عذر باور کریں اور آپ کو بڑھاپے میں اعضاء و جوارح کا فطری انحطاط روک نہ سکے۔ حالات کا جائزہ لینے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ نافعؒ مسند علم پر ایک محدث اور میدان جنگ میں سپاہی تھے۔

حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸-C۹

ہلالِ محرّمؑ ہمہ پیداست ۔ ازاں دردِ شبیرؑ پیدا شد
ملکہ نور جہاں سنہ ۱۰۳۷ھ

سنہ ۶۰ھ کا خاتمہ اور نصرت دین کا عزم بالجزم

صحبت امیر المومنین علیہ السلام میں جس کی عمر گزری ناممکن ہے کہ اس کو واقعہ کربلا میں اپنی شرکت اور قربانی کا علم حاصل نہ ہوا ہو۔ واقعات کا فقدان اور صحیح حالات سے خبر دینے والا کوئی نہیں ہے ورنہ ہم بتاتے کہ ان کو پیرانہ سالی میں مرنے کا کتنا شوق تھا اور قربانی پر وہ کس ولولہ سے تیار تھے۔

معاویہ نے ہمیشہ کے لئے دنیا کو خیر باد کہا۔ یزید لعین تخت نشین ہوا اور بنی ہاشم کا وہ رہا سہا وقار بھی جو شامی مکر و فریب سے بچ گیا تھا حکومتِ باطل کے ہاتھوں مٹنے لگا اور وہ منحوس وقت بھی آ گیا کہ کوفہ میں ظلم و استبداد کی گھنگھور گھٹا اور ستمظالم ابن زیاد لعین کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ اصحاب امیر المومنینؑ کا قتل دوستدارانِ اہلبیتؑ کو سولیوں پر چڑھا گیا۔ سادات کے خون کی ارزانی جد حر دیکھو ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔ اس پر آشوب دور میں نافعؒ کا گھر چھوڑنا اور شمع امامت تک پہنچنا ان کی سیاست اور حسن تدبیر کا ایک بلند نمونہ ہے۔ ناممکن تھا کہ باپ کا صحابی بیٹے پر وقت پڑنے پر جان عزیز کم کرے۔ کوفہ کی فضا ابن زیاد لعین کے سخت انتظامات سے ایسی مخدوش تھی کہ وہاں سے ایک متنفس کا بھی نصرتِ حسینؑ کے ارادہ میں قدم بڑھانا ناممکن نہ تھا مگر انہیں کمزور اور پست ہمت مسلمانوں کے لیے جن کی قوتِ عمل سست ہو چکی ہو اور وہ ایمان میں کمزور ہوں۔

جو اہلِ ایمان ارادہ کے پختہ عزائم کے مضبوط تھے ان کو نہ شعلہ ور آگ

روک سکتی تھی۔ نہ سمندر نہ خلیج راہ ہو سکتا تھا نہ پہاڑ ان کے ارادہ میں حائل ہو سکتا تھا۔ بوڑھے مجاہد حبیب بن مظاہرؓ کا کاشتکار کی صورت میں گھر سے نکلنا ان کے حالات میں آپ پڑھ چکے۔ مسلم بن عوسجہؓ نے کمال کیا۔ حرم رسولؐ کی عقیدت مند بی بی اور بچہ کو ساتھ لے کر کربلا پہنچے اور کوفہ کا پہرہ ان کی ساری بضاعت کو روک نہ سکا۔ نافعؓ کے لئے بظاہر اس کا امکان نہ تھا کہ وہ اس قید و بند میں گھوڑے پر سوار ہو کر چلتے کسی نہ کسی طرح پیادہ آئے اور امامؑ سے راستہ میں ملحق ہوئے۔ حسن تدبیر دیکھو وفادار گھوڑے کو کوفہ ہی میں چھوڑ گئے تھے اور کہہ دیا تھا کہ ان کی روانگی کے بعد کسی طرح گھوڑا پہنچا دیا جائے۔

وہی ہوا کہ عذیب الہجانات نامی منزل پر چار شخصوں کا جو جتھا حسینی قافلہ سے آکر ملا ہے اس کے ساتھ نافعؓ کا کوتل گھوڑا بھی تھا۔ اس عربی نژاد گھوڑے کا اس کی خصوصیات کے لحاظ سے کامل نام تھا جس کو نو وارد گروہ نے نافعؓ کے سامنے پیش کر دیا۔ کوفہ کی ناکہ بندی کا علم دنیائے شعر و سخن کے تاجدار حضرت انیسؔ کو بھی تھا۔ وہ اپنے ایک مرثیہ میں فرماتے ہیں ؎

ناکوں پہ چوکیاں تھیں جزیروں میں اہتمام ؎ مسدود ہو گئی تھی سبیل خط و پیام
آیا کبوتر اُڑ کے جدھر صید ہو گیا ؎ قاصد جہاں ملا وہ وہیں قید ہو گیا

خط پہنچانے والے کا قتل آپ نے سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیلؑ میں پڑھا۔ نافعؓ کا راستہ سے ملحق ہونا ان کی دیرینہ محبت کا ثبوت ہے۔ ابھی تک شہادت حضرت مسلمؑ کی خبر بد پہنچنے نہ پائی ہے۔ نافعؓ جس مقصد کے انجام دینے کے لئے آئے تھے اس کو مبدء سے معاد تک انجام دیا اور نافعؓ کی شرکت حسینی مشن میں مکمل طور پر ہوئی۔ جب کربلا والوں کی چھوٹی ہوئی فرد حضرت مسلمؑ

اوران کے میزبان ہانی بن عروہؒ کی دلدوز خبر قتل پہنچی ہے تو نافعؒ بھی اس قابلِ اعتماد مجمع میں تھے جن کے چہرے دیکھ کر سنانے والے سے فرمایا تھا ھاؤلاء دون ستر ان سے کسی بات کا پردہ نہیں ہے (جو کچھ کہنا ہے کہو) (ارشاد شیخ مفید)

نافعؒ مسلم بن عقیلؑ کے پرسہ میں شریک ہوئے، راستہ کی صعوبتیں اٹھائیں حر بن یزید ریاحی کے روکنے پر اپنی خصوصی عقیدت کا گلدستہ بہادرانہ تیوروں سے پیش کیا۔ جب کربلا پہنچے تو وہ ساتھ تھے۔ تین دن کی پیاس میں شریکِ مصیبت رہے۔ امامؑ کے روبرو جان دینے میں کامیاب ہوئے۔ سیّد الساجدینؑ کے مقدس ہاتھوں سے سپردِ خاک ہوئے رسولؐ کے شیشہ میں اپنی وفا کا لہو پہنچایا صادق آل محمدؐ نے ماں باپ فدا کئے۔

اب اس مختصر تمہید کے بعد نافع بن ہلالؒ کی خدمات جس قدر بھی کتبِ مقاتل سے دریافت ہو سکتی تھیں سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔

نبی زادہ پر پہلی یلغار اور لشکرِ حرؒ کی طرف سے محاصرہ کی پُرفریب کوشش

تاریخ و سیر پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ حج سے محروم مسافر مصلحتِ وقت سے مجبور ہو کر غیر معروف راستوں سے پلٹے اور بڑی پامردی کے ساتھ راہِ ثواب طے کر رہے تھے کہ ایک نشیبی زمین سے گزرنے میں خرمے کے درخت نظر آئے اور زبان سے بے ساختہ تکبیر نکلی۔ مگر راہ سے واقف نگاہوں نے تاڑ لیا کہ اس راستہ میں درخت کہاں، یہ تو نیزوں کی لوڑیاں

اور گھوڑوں کی کنوتیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہی ہوا کہ بات کہتے کہتے ایک ہزار سوار کا رسالہ آپہنچا اور محرم کا چاند نکلنے سے پہلے تمام ارباب دماغ کو ان نام کے مسلمانوں کے رویہ پر ماتم کرنا پڑا۔ اس لشکر کا سردار حر بن یزید ریاحی عرب کا مشہور بہادر ہے اس کے پہنچنے پر کیا ہوا دشمن کی گستاخی، امامؑ کی دریادلی پیاسوں کا مع راکب و مرکب سیراب کرنا۔ احسان فراموشی پر تاریخ کا صفحہ گواہ ہے۔ یہ سفاک مجمع جب روکنے پر تیار ہوا تو اصحاب حسینؑ کے تیور بدلے۔ زہیر بن قینؓ نے وہ تقریر کی جوان کی سوانح عمری میں گذری۔ ان کے بعد نافعؓ کھڑے ہوئے اور کہا۔

لشکر حُرؓ کی آمد پر نافعؓ کے تاثرات

"اے رسولؐ کے فرزند آپ تو جانتے ہیں کہ آپ کے نانا رسول خدا صلعم سے یہ نہ ہوا کہ تمام مردم کو بادۂ الفت سے سیراب کریں (اور ہر کہہ ومہ کو اپنا دوست بنالیں) اور جیسا چاہیے مطیع و منقاد کرلیں ان میں تو منافق بھی تھے جو ان کی مدد کا (جھوٹا) وعدہ کرتے تھے اور دل میں غداری کا جذبہ تھا۔ ان کی باتیں (دیکھنے میں تو) شہد سے زیادہ میٹھی تھیں اور عملاً ان کی مخالفت حنظل سے زیادہ کڑوی تھی یہاں تک کہ خدا نے ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دی۔ اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ کو بھی ایسا ہی سامنا ہوا۔ کچھ لوگ ان کی مدد پر تیار ہوئے اور جمل و صفین و نہروان میں ان کے دشمن سے جنگ کی اور ایک گروہ نے اختلاف کیا حتیٰ کہ ان کی بھی زندگی کے دن پورے ہوئے اور رحمت الٰہی اور رضا باری کی طرف سدھارے۔ آج ہمارے نزدیک آپ کا وہی عالم ہے جو شخص عہد شکنی کرے گا اور نیت کو خیر باد کہے گا وہ اپنے تئیں خود ضرر پہنچائے گا۔ آپ کا کچھ نہ بگڑے گا۔ بخدا ہم کو مقدر کا کچھ اندیشہ نہیں

اور نہ اپنے پالنے والے کے سامنے جانے سے ہم کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔ ہم اپنے ضمیر پر قائم اور دل کی آنکھوں نے جو دیکھا ہے اس پر باقی ہیں۔ ہم اس کے دوست ہیں جو آپ کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور اسے دشمن جانتے ہیں جو آپ کا دشمن ہے۔ (ابصار العین)

اس تقریر کو فاضل معاصر مولانا شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی نے مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کیا ہے اور مناقب کے ہند و بیرون ہند کے مطبوعہ نسخ میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ مناقب طبع بمبئی اور عراق اس گفتگو سے خالی ہے۔

اصل الفاظ ابصار العین کے یہ ہیں۔

یا بن رسول اللہ انت تعلم ان جدک رسول اللہ لم یقدر ان یشرب الناس محبتہ لان یرجعوا الی امرہ ما احب وقد کان منھم منافقون یعدونہ بالنصر ویضمرونہ بالغدر یلقونہ باحلی من العسل ویخلفونہ بامر من الحنظل حتی قبضہ اللہ الیہ۔

ان الفاظ سے بھی احتمال ہوتا ہے کہ نافعؒ رسولؐ کے صحابی تھے ورنہ وہ عہد رسولؐ اور زمانہ امیرالمومنینؑ کے لوگوں پر ایسی تفصیلی رائے زنی نہ کرتے۔ بہرحال یہ بیان نافعؒ کی نیک نیتی اخلاص، عزائم کی پختگی کی صحیح تصویر ہے۔

عاشور سے پہلے علمداری کا عہدہ

قانونِ جنگ ہے کہ فوج میں سپاہیوں کے خصوصیاتِ ذاتی کے ساتھ ان کو عہدہ ملتا ہے اور آپس میں امتیازات قائم کئے جاتے ہیں۔ نافعؒ ان مجاہدین میں تھے جن کو سرکار حسینیؑ سے علم ملا تھا۔ ان کے اس شرف کو ابوجریر طبری نے

تاریخ میں ظاہر کیا ہے۔ امامؑ زمین کربلا پر پہنچ چکے ہیں۔ خیمہ نہر پر برپا نہ ہوئے فوجیں آنا شروع ہوئیں دشمن کی بربریت کا آخری ثبوت پانی بند ہونے کی صورت میں ہو ظاہر ہوا۔ اور قحط آب سے سپاہ حسینیؑ میں بے چینی پھیل گئی اس وقت سرکار حسینیؑ سے ان کے چھوٹے بھائی حضرت عباسؑ کو نہر پر بھیجنے کی رائے ہوئی۔ مولف شہداء کربلا اس مقام پر رقم طراز ہیں:۔

"جناب عباسؑ تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ مشکیزے پانی کے لے کر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہنچے۔ نافع بن ہلال بجلیؒ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب کے آگے ہو گئے۔ عمر بن حجاج زبیدیؒ نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا کون ہے جو نہر پر جاتا ہے۔ نافع بن ہلالؒ نے نام بتایا! عمر بن حجاجؒ قبیلہ زبید سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور جمل بھی مراد کی شاخ ہے اس لئے نافعؒ نے اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیا۔ اس نے کہا آنے کا سبب کہا اسی پانی کے پینے کو جس سے تم نے ہمیں روک رکھا ہے۔ عمر نے کہا پیو تم شوق سے تمہیں پینا گوارا ہو۔ نافعؒ نے کہا میں تو خود پیوں گا نہیں درصورتیکہ حسینؑ اور ان کے سب اصحاب پیاسے ہیں۔ یہ سن کر فوج آگے بڑھی اور کہا یہ تو ممکن ہی نہیں کہ یہ لوگ سیراب ہوں۔ ہم یہاں مقرر اسی لئے کئے گئے ہیں کہ ان کو پانی پینے سے مانع ہوں۔ نافعؒ ان لوگوں سے گفتگو کرنے آگے بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم جلدی مشکیں پانی سے بھر لو۔ پیادہ تیزی سے بڑھے اور انہوں نے مشکیں پُر کر لیں۔

ادھر نگہبانوں کی فوج آگے بڑھی۔ جناب عباسؑ نے اور آپ کے ساتھ نافع بن ہلالؒ نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹایا۔ اتنی دیر میں وہ لوگ جو مشکیں لئے ہوئے تھے ساحل سے اوپر آ گئے تھے۔ جنگ آزما بہادروں نے ان سے

کہا کہ تم خیموں کی طرف چلو اور خود وہیں رہے۔ یا سبانوں کی فوج نے پھر بڑھ کر حملہ کیا اور کچھ جنگ ہوئی۔ اس موقع پر نافع بن ہلال رض نے عمر بن حجاج لعین کے ساتھیوں سے ایک شخص کو جو قبیلہ صداء سے تھا نیزہ لگایا بظاہر وارا وچھا تھا اور کوئی اثر محسوس نہ ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد وہ زخم مہلک ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہوگیا۔ اصحاب امام پانی لے کر واپس ہوگئے۔

(شہداء کربلا حصہ دوم مطبوعہ سرفراز قومی پریس ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

مرقومہ بالا بیان پیش کرکے مولف نے رائے ظاہر کی ہے کہ "یہ غالباً آٹھویں یا نویں شب کا ذکر ہے"۔

اور طبری نے اس محل پر اپنی تجویز لکھی ہے ذالك قبل قتل الحسين بثلاث یہ شہادت عظمیٰ سے تین دن پہلے کا ذکر ہے۔ (تاریخ طبری ص ۶۱) اور یہی صحیح اور آزادانہ رائے ہے جس سے مسئلہ عطش کا وقار اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

بریرؓ کے پانی لانے کی روایت جو سوانح عمری بریرؓ میں گذری وہ اس کے علاوہ ہے۔

روزِ عاشور کی قیامت زا صبح

اِن پُرجگر بہادروں پر زندگی کی آخری رات کیونکر گذری؟ کیا موت و حیات کی امید و بیم میں یا دشمن سے خوف و ہراس میں! نہیں نہیں بڑے ہی محیر العقول اطمینان میں سجادوں پر بیٹھ کر رات بھر عبادت کرتے رہے اور اپنی غرض خلقت کو پورا کیا۔ وہ وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض کی مجسم تصویر تھے اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان کو قبلۂ عالم سمجھ کر دیکھ رہا تھا۔ ان کا اخلاص ایاك نعبد وایاك نستعین کی تفسیر تھا اور ماسوی اللہ ان کے گرد آلود چمکتے ہوئے چہرے دیکھ کر ان سے لو لگائے تھا۔ جب رات کے سناٹے میں خیام فلک احتشام سے ماتم

کی جگر پاش صدا بلند ہوتی تھی تو عرش سے فرش تک ہل چل پڑ جاتی۔ شہ لولاک ع کے گھر میں بے چینی نہ تھی۔ ہر ہر عالم میں تلاطم تھا۔ فاطمہ ع کے چاند کو گہن میں دیکھ کر ادہر ماہ فلک رخصت ہوا ادہر کشتہ فراق کی ڈوبتی ہوئی نبضوں کی طرح تارے غروب ہونا شروع ہوئے۔ گریبان سحر چاک ہوا اور ہر چرند و پرند نے سراسیمہ اپنے آشیانوں سے باہر آکر سلیمان کربلا ع کو نرغہ اعدا میں دیکھ کر نوحہ شروع کیا۔ آج طائران خوش الحان کی ہر تسبیح کل من علیہا فان کا درس ہے اور شہزادۂ علی اکبر ع کی اذان سن کر فرشتے کروبین حکایت پر تیار ہیں۔ آسمان پر فوج کواکب درہم برہم ہوئی اور زمین پر سپاہ قلیل کے نمازی جماعت کی شکل میں منظم ہوئے۔ آقائے کونین ع مصلے پر آئے فریضہ صبح ادا ہوگیا۔ قدرت نے والفجر و لیال عشر کی صدا دی۔ اگر یہ نماز باوضو پڑھی جاتی تو تعجب نہ تھا۔ سامنے دریائے فرات موجزن ہے مگر دشمن کا پانی پر قبضہ دیکھ کر غصہ سے ہاشمی نوجوانوں کا چہرہ تمتما گیا ہے۔ ان کی جبیں بہ جبیں ہونے سے غضب الہی کی صورت میں شفق کی سرخی افق چرخ پر دوڑ گئی اور گردوں سے خورشید خاور بھی کانپتا ہوا طلوع ہوا اس کا لرزہ بر اندام ہونا بتاتا تھا کہ مہر امامت کے زوال کا غم ہے۔ دست شجاع سے تعقیبات میں مصروف نمازیوں کا مصافحہ کیا اور مصلی جانماز سے اٹھ کر پشت فرس پر آئے، فوجیں مرتب ہوئیں، طبل جنگ بجا، صلح پسند امام کے کئی احتجاج کا کوئی جواب نہ ملا، صف مخالف سے تیر آکے مبارز طلبی ہوئی۔ سرفروش باری باری جان دینے لگے۔

نیزہ بازی کا پہلا موقع

نیزہ سے جنگ فنون حرب کا ایک زبردست ہنر ہے اور عرب میں نیزہ بازی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبوں میں

یہ فخر فرمایا ہے۔ انا الطاعن بالرمحین۔ میں نے دو نیزوں سے جنگ کی۔ آپ کا دوسرا قول الضارب بالسیفین کے یہ معنی اگر غلو سمجھے جائیں کہ کسی لڑائی میں دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں لے کر لڑے تو یہ معنی ہوں گے کہ آپ نے ایک تو اس تلوار سے جنگ کی جو ذوالفقار نازل ہونے سے پہلے ہاتھ میں تھی اور پھر آسمانی شمشیر دو پیکر سے جہاد کیا لیکن الطاعن بالرمحین کے معنی صرف یہ ہو سکتے ہیں کہ آپ نے کسی جنگ میں دونوں ہاتھوں میں دو نیزہ لے کر جہاد کیا۔

اور یہ کچھ بعید بھی نہ تھا اور کوئی نئی بات نہ تھی۔ حالات حضرت ذوالقرنین[1] میں ہے کہ کان اذا حارب قاتل بیدیہ و رکابیہ جمیعاً۔ وہ جب میدانِ جنگ میں سوار ہو کر لڑتے تھے تو دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے جنگ کرتے تھے۔ گزشتہ اُمتوں[2] میں جو کچھ ہوا وہ اس امت میں ہونا لازم و ملزوم اور احادیث نبیؐ سے ثابت ہے لہذا اگر دو نیزوں سے جہاد کیا ہو تو کیا تعجب ہے۔

نافع نے غزوات میں امیر المومنین علیہ السلام کے حربی کمالات اپنی آنکھ سے دیکھ کر جو کچھ بھی سبق نہ لیا ہو وہ کم ہے۔ ان کی نیزہ بازی اس واقعہ سے ثابت ہے۔

اصحاب حسینؑ میں ایک بزرگ تھے عمر بن قرظہ انصاریؓ وہ جب شہید ہو چکے تو ان کا بھائی علی بن قرظہ جو بد قسمتی سے فوج شام میں تھا بھائی کی خبر سن کر جذبۂ انتقام میں سامنے آیا اور اس دشمن تہذیب نے مظلوم کربلاؑ اور حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کئے اور سخت لب و لہجہ میں کہا۔

---

[1] عرائس ص۲۵۱ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص۱۸۳ طبع مصر و مجمع البحرین لغت قذہ

تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکا دے کر اس کی جان لی۔ امامؑ نے فرمایا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ ان کی تو ہدایت کی۔ ہاں تجھے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔ یے دین نے کہا خدا مجھے قتل کر ڈالے اگر میں تم کو قتل نہ کروں یا میں خود ہلاک ہوں۔ یہ کہا اور تلوار کھینچی۔ بھلا اصحاب باوفا اس بدبخت کی یہ گستاخی کب دیکھ سکتے تھے۔ نافع بن ہلالؒ سینہ سپر ہو گئے اور نیزہ کے ایک ہی وار میں اُسے منہ کے بل گرا دیا۔ ساتھی اس کے اسے اٹھا کر لے گئے اور مرہم پٹی کر کے اچھا کر لیا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲)

اس مقام پر کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ نافعؒ کا وار کیوں خالی گیا۔ ان کے نیزہ سے دشمن کا کام تمام ہو جانا چاہیئے تھا۔ کیا انہوں نے فنی غلطی کی تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انصار امامؑ پیکر تہذیب و وفا تھے۔ نافعؒ نے اس اقدام میں امامؑ سے اذنِ جنگ حاصل نہیں کیا تھا اس لئے ان کا وار سبک تھا۔ انہوں نے اس حملہ میں لاف و گزاف کا جواب دیا تھا جس میں وہ کامیاب ہوئے، اس کی جان لینا منظور نہ تھی۔

واقعہ کربلا میں سب سے پہلے تو ان کی شجاعت اور حسنِ تدبیر کے جوہر اس وقت کھلے جب وہ پانی لینے گئے اور دوسرا اقدام یہ تھا۔ اس کے بعد جو زلزلہ افگن جہاد کیا وہ بھی یادگار ہے۔

رخصت

مجلس حسینیہ
حیدرآباد سندھ، پاکستان

وہ پیکر صدق امام جو اصحاب سے شب عاشور کہہ چکا ہو کہ "دشمن کو صرف میری جان مطلوب ہے۔ اگر میں قتل کر ڈالا گیا تو میرے سوا ان کو کسی سے غرض نہیں ہے۔"

اس کے عزائم کا استحکام اور شہادت کا شوق الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک غیر شیعہ مقرر نے کہا ہے کہ ہر ناصر کی قربانی کے بعد امام عالی مقام خود

موت پر کمر باندھتے تھے اور اصحاب و انصار یہ ارادہ دیکھ کر گھیر لیتے تھے ان میں سے ایک دوسرے پر سبقت کر کے جو اذنِ جہاد پا جاتا تھا وہ میدان کی سمت جاتا۔ اس بیان کا متمسک روایت علل الشرائع ہے۔ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا بن رسول اللہؐ! اس کا سبب کیا تھا کہ اصحابِ حسینؑ باوجودیکہ جانتے تھے قتل ہو جائیں گے، پھر بھی جہاد میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا:

انهم كشف لهم الغطاء حتى رأوا منازلهم من الجنة وكان الرجل منهم يقدم على القتل ليبادر الى حوراء يعانقها والى مكانه الى الجنة۔

اصحابِ حسینؑ کی نظروں سے اس حد تک پردے اُٹھ گئے تھے کہ وہ بہشت میں اپنے قصر دیکھتے تھے اور ان میں کا ہر شخص پیش قدمی کرتا تھا کہ کسی طرح جلد قتل ہو کر اپنی منزل پر پہنچے اور حوروں سے بغل گیر ہو۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶ طبع بمبئی و جلاء العیون وغیرہ)

رخصت کے وقت نافعؒ کا بھی یہی حال تھا اور بجز حسینیت کے ان کے سامنے دنیا کے تمام علائق قطع ہو چکے تھے۔ جان دینا اور جان لینا صرف یہی ان کا مقصدِ واحد تھا۔

نافعؒ کی جنگ اور رجز

ظہر کے پہلے یا کچھ بعد اجازت لے کر میدان میں آئے رجز پڑھا۔ طبری نے ان کے رجز میں یہ دو مصرعے لکھے ہیں:

انا الجملی　　　انا على دين على

میں قبیلہ جمل کا ایک سپاہی ہوں۔ میں علیؑ کے دین پر ہوں۔ محمد بن خاوند

شاہ بلخی نے روضۃ الصفا میں ودینہ دین النبیؐ تیسرے مصرعہ کا اضافہ کیا ہے
وہ علیؑ جن کا دین اور رسولؐ کا دین ایک ہے۔

یہ رجز سن کر ایک شخص مزاحم بن حریث لعین نامی صف دشمن سے نکلا اور
جواب میں کہنے لگا۔ "میں فلاں کے دین پر ہوں"۔ نافعؓ نے کہا تو شیطان کے دین
پر ہے۔

رجز کے بعد حملہ کیا۔ نافعؓ تیر اندازی میں ماہر تھے اور جدّت یہ کی تھی کہ
اپنے تیروں کے سوفار پر اپنا نام لکھ رکھا تھا اور سب تیر زہر میں بجھے ہوئے
تھے۔ ان خون آشام تیروں سے بارہ ۱۲ کافروں کو ہلاک کیا اور بہتیرے زخمی ہوئے
جن کو زہر کے اثر نے زندہ رہنے نہ دیا۔ تیروں کے ختم ہونے پر تلوار نیام سے
کھینچی اور دست بدست جنگ کی نوبت آئی۔ اس جنگ میں دشمنوں نے ان کا
حوصلہ پورا ہونے نہ دیا اور ہر طرف سے گھیر کر محاصرہ میں لے لیا اور ایک تن تنہا
پر سینکڑوں ٹوٹ پڑے۔ اس بزدلانہ حملہ میں ان کے دونوں بازو ٹوٹ گئے
اور حضرت مسلمؑ کی طرح گرفتار ہو گئے۔

شہادت نافعؓ

شمر لعین چند کافروں کے ساتھ ان کو گرفتار کر کے عمر سعد لعین کے پاس لے گیا
اس نے کہا نافع تم نے اپنی جان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ نافعؓ نے کہا میرے دل
کے حال سے تو خدا واقف ہے۔ اس وقت ان کی داڑھی پر خون بہہ رہا تھا اور
اس عبرتناک عالم میں وہ کہہ رہے تھے:۔

"قسم خدا کی میں نے تم میں بارہ آدمی جان سے مارے ہیں۔ زخمی اس
کے علاوہ ہیں۔ میں خوش ہوں کہ میں نے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی

اور اگر میرے بازو ٹوٹ نہ جاتے تو تم مجھ کو اس طرح ہرگز گرفتار نہ کر سکتے۔"
شمرؔ نے کہا کہ اس شخص کو زندہ رہنے نہ دیا جائے۔ عمر سعدؔ نے کہا کہ تم گرفتار کر کے لائے ہو تمہیں کو اختیار ہے، اس نے تلوار کھینچی۔ نافعؒ نے کہا اگر تم مسلمان ہوتے تو کبھی ہمارے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت اپنی مخلوق میں سے بدترین انسان کے ہاتھ سے قرار دی۔ ظالم شمرؔ نے بیدردی کے ساتھ بے دست و پا پر تلوار لگائی اور نافعؒ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ (تاریخ طبری)

آقائے دربندی مولف اکسیر العبادات المتوفی ۱۲۸۶ھ نے شہاب الدین عاملی کے مقتل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تین سو کوفی و شامی قتل کئے اور جب گرفتار ہو کے پسر سعدؔ[1] کے پاس آئے تو اس نے کہا للہ درک ما اشد نصرتک للحسین، مولوی عبدالشکور صاحب پاٹا نالہ لکھنؤ نے اپنے رسوائے تاریخ اخبار میں آج سے بارہ سال پہلے مسلمانوں کو یہ مغالطہ دیا تھا کہ :-

حاشا و کلا بجز چند لڑکوں اور نوجوانوں کے جو خود حضرت حسین ہی کی ولایت میں تھے اور جن کی مجموعی تعداد مع اولاد کے سترہ یا زیادہ سے زیادہ بائیس تک پہنچتی ہے۔ کسی نے بھی تو ساتھ نہ دیا۔ (آفتاب شہید نمبر ص۲۷ بابت ۱۳۵۷ھ)

واقعہ کربلا میں نافعؒ ایسے بوڑھے اور مقدس شخص کی شرکت بتاتی ہے کہ یزیدی دور میں مذہب پر وہ آنچ آ گئی تھی کہ عہد رسولؐ کے بچے بوڑھے سب قربانی پر تیار تھے۔ دیکھنے میں تو بہتّر (۷۲) نفوس تھے مگر حسینی پرچم کے نیچے دنیائے عقل و تہذیب و اخلاق علم و ادب سمٹ آئی تھی جن کے سر گردن

[1] واقعہ کربلا میں ابن سعدؔ کی عمر ۹۲ سال تھی مثیر الاحزان، مولفہ عبد علی ص۱۲۵

مین شامیوں نے تفرقہ کیا۔ اس جماعت کا ہر شخص آل محمدؐ کی حقیقت پر گواہ تھا۔

زیارت میں نافعؒ پر سلام

علامہ شیخ عبداللہ مامقانی المتوفی ۱۳۵۱ھ نافعؒ کے حالات لکھ کر آخر بیان میں تحریر کرتے ہیں وقد ورد التسلیم علیہ فی الزیارۃ الرجبیہ وزیارۃ ناحیہ المقدسہ وکفاہ شرفاً وفضلاً۔ ماہ رجب میں جو زیارت پڑھی جاتی ہے اس میں اور نیز زیارت ناحیہ ہفتاد و دو تن میں نافع پر سلام بھی وارد ہوا ہے جو ان کے فضل و شرف کے لئے کافی ہے۔

(تنقیح المقال طبع نجف اشرف ۱۳۵۲ھ ص ۲۶۶)

زیارت ناحیہ میں جو سلام ہے اس کے حسب ذیل الفاظ ہیں۔

" السلام علی نافع بن ھلال بن نافع البجلی المرادی "

سلام ہو نافعؒ پر جو ہلال کے بیٹے اور نافع کے پوتے تھے قبیلہ بجلی اور مراد سے اُن کا وطنی تعلق تھا۔

حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸

منظوم سوانح عمری

نافع بن ہلالؒ

از نتیجہ فکر۔ جناب مولوی شبیر حسین صفا الہ آبادی

نافع بن ہلالؒ بڑے ذی شعور تھے
علم و عمل پہ خاص طرح پر عبور تھے

نافع بن ہلالؒ بڑے ہونہار تھے
طور و طریق چال چلن خوشگوار تھے

نافع بن ہلالؒ کا ہے خاندان جُدا
یہ لوگ اہل بیت نبوتؐ پہ تھے فدا

بجلی کا جو قبیلہ ہے اس سے ہے رابطہ
مذحج کے نسل خاص سے رکھتے ہیں سلسلہ

باب دیار علم کی صحبت کے فیض سے
ہر طرح کے علوم کی نعمت یہ پاتے تھے

نافع بن ہلالؒ صحابی علیؑ کے تھے
الفت میں شہہ کے صرف دل و جان کرتے تھے

نافع بن ہلالؒ شریف و رئیس تھے
اوصاف جس قدر تھے درست و نفیس تھے

ہر سمت یہ بزرگ تھے مشہور برملا
یہ قوم میں رئیس گنے جاتے تھے سدا

یہ تھے بڑے بہادر و جانباز قوم میں
مشغول رہتے تھے یہ صلوٰۃ اور صوم میں

قاری کلام پاک کے یہ بے نظیر تھے
ابنائے روزگار میں روشن ضمیر تھے

قرآن سارا حفظ تھا قرأت تھی لاجواب
حفاظ آ کے سنتے تھے اور ہوتے تھے محّاب

تفسیر اور معانی پہ کافی عبور تھا
تعلیم سے علیؑ کے یہ حاصل شعور تھا

منشی تھے خط بھی ان کا بہت بے مثال تھا
اہل کمال میں انہیں حاصل کمال تھا

ہمعصر ان کو مانتے تھے اپنا پیشوا
منشی کا پھر خطاب بھی نافعؒ کو تھا ملا

جس نے رسولِ پاکؐ کو دیکھا وہ تابعی
قولِ رسولؐ پر ہو جو عامل وہ ناصری

پائے انہوں نے صحبتِ اصحابِ احمدی
سب تابعین کہتے تھے نافعؒ کو تابعی

صحبت میں خاص کر یہ اماموں کی رہتے تھے
اور آخرت سنوار کے اچھا بناتے تھے

برسوں یہ رزم بزم علیؑ میں رہے شریک — ہر بات ان کی راست تھی ہر فعل انکا ٹھیک
اپنی نہ شان لوگوں کو بالکل دکھاتے تھے — سب لوگ انہیں فہم ذکا عام پاتے تھے

پیدائش

سالِ ولادت ان کا ہے کمیاب بالیقین — تاریخ بھی کتابوں سے ثابت نہیں کہیں
ساری کتابیں خالی نظر آتی ہیں ہمیں ! — پھر کس طرح سے حال ولادت کا ہم لکھیں
انصار کربلا کے ولادت کا ماجرا — تفصیل سے نہیں کسی راوی نے ہے لکھا
لکھتے نہیں تھے دل میں اُسے یاد رکھتے تھے — موقع جب آتا صاف بیاں اسکو کرتے تھے
افسوس اُن حدیثوں کا کوئی نشاں نہیں — جو کچھ بیاں کیا وہ تہہ آسماں نہیں
صحبت سے مرتضیٰؑ کے ملا تھا یہ سب ہنر — واقف نہیں تھے کچھ بھی زمانہ میں پیشتر
مولائے مومنینؑ کے صحبت کے فیض سے — یہ نیک دل ہوئے تھے محبت کے فیض سے
ہر شخص ان کی کرتا تھا تعظیم خلق میں — مشہور ہر طرح ہوئے تکریم خلق میں
مسند پہ علم کے تھے محدث کی شان سے — میدان جنگ میں تھے سپاہی کی آن سے
حاصل فیوض تین اماموں سے تھے کئے — مولا علیؑ امام حسنؑ اور حسینؑ سے
حضرت علیؑ کی خدمتِ اقدس میں یہ رہے — صفین و نہروان و جمل میں تھے خود لڑے
اپنی بہادری و شجاعت دکھائی سب — حضرت حسنؑ کے دور میں سہتے رہے لقب
زندہ خدا نے رکھا اسی واسطے انہیں — تا جنگ کربلا کی سعادت ملے انہیں
منظور تھا خدا کو یہ امتحان بھی — لڑتے ہیں بھوکے پیاسے بھلا کس طرح جری

دیرینہ خادموں میں بھی نافعؒ کا نام تھا
خدمت سے اہلبیتؑ کے یہ مرتبہ ملا

بچپن اور تعلیم و تربیت

اسلام کے طریق پر نشو و نما ہوئی
وہ بچپنے کی عمر اسی طرح کٹ گئی
جب ہوش کو سنبھالا ہوا شوق علم کا!
ذوقِ حصول علم فقط مدعا رہا
ساری توجّہ اپنی اسی سمت موڑ دی
جو راہ سدِ راہ تھی وہ راہ چھوڑ دی

ممدوح کی وہ ذاتِ گرامی ہے بے مثال
جس میں کسی طرح بھی نہیں دخل قیل وقال

اوصافِ ذاتی

علم و کمال فہم شناسی بہادری
انصاف اور شجاعت و حکمت دلاوری
تھے زیورِ کمال سے آراستہ تمام
اک دفترِ حیات تھے اوراق صبح و شام
جوہر مزاج طینت فاضل دکھاتے تھے
بیگانہ کو یگانہ برابر بناتے تھے
مشہور تھا کہ نافع ؒ بڑے ہی ذہین تھے
اقوال مرتضائی کے پورے امین تھے
کرتے تھے یہ بیان حدیث شہ زمانؑ
سب لوگ جس کو سن کے کیا کرتے تھے بیان
اب ان حدیثوں کے نہ کہیں بھی نشان ہیں
خالی بڑی کتابیں تہہ آسمان ہیں
نافع بن ہلال ؒ اطاعت گزار تھے
ہر چیز پر نظر تھی کفایت شعار تھے
سنتے تھے جو کلام اُسے یاد رکھتے تھے
ہر طرح مطمئن دلِ ناشاد کرتے تھے

نیزہ بازی و تیر اندازی

سیکھا تھا علم تیر و کماں اپنے شوق سے
مصروف سیکھنے میں ہوئے اِسکے ذوق سے
تیروں کو اپنے خاص طرح سے بناتے تھے
سوفار پر بھی نام کو اپنے دِکھاتے تھے

ہر تیر زہر خاص میں لے کر بجھاتے تھے ... ہر زہ پہ لس ظفر کی صدائیں سناتے تھے
مشہور نیزہ باز تھے نافع بن ہلال رح ... اس فن کے سیکھ لینے میں حاصل کیا کمال
نافع رح کا یہ بڑھاپا انس اور زید سے ... تھا شاندار زیادہ زمانہ کی قید سے
جدت نئی ہر ایک کو اپنی دکھاتے تھے ... تیروں پہ نام لکھ کے جہاں کو بتاتے تھے
بارہ تھے تیر بارہ کو بے جان کر دیا ... اس کے علاوہ اوروں کو زخمی بنا دیا
اس کے علاوہ اور بھی زخمی ہوئے کئی ... اس زہر کے سبب سے نہیں پائی زندگی

جب تیر ختم ہو گئے تلوار کھینچ لی!
پھر دو بدو مصاف کی نوبت بھی آگئی

معرکہ جنگ

قبل از نماز ظہر ملا اذن جنگ کا ... آ کر رجز سنانے لگے بندۂ خدا
میں ہوں جمل گھرانے کا ممتاز نامور ... تیر افگنی میں مجھ سا نہیں ہے کوئی بشر
اس جنگ میں نہ حوصلہ پورا ذرا ہوا ... تنہا پہ سیکڑوں نے کئے وار پر ملا
اس بزدلانہ حملے سے بازو جدا ہوئے ... مجبور جب ہوئے تو گرفتار ہو گئے
شمر لعین نے مل کے گرفتار کر لیا ... اور پاس ابن سعد لعن کے ملعون لے گیا
کہنے لگا کہ زندہ نہ اب اس کو چھوڑیئے ... جو حوصلہ یہ رکھتے ہیں ان سب کو توڑیئے
یہ بولا ابن سعد لعن تجھے اختیار ہے ... جس طرح چاہے قتل کرے اختیار ہے
تلوار اس نے کھینچی تو نافع رح نے یہ کہا ... ہوتا جو تو مسلماں تو کرتا نہ تو دغا
نیت ہر ایک کام کی ہوتی ہے ابتدا ... نیت ہی دیکھتا ہے وہ معبود کبریا
شکر خدا کہ موت مجھے پر بہار دی ... مخلوق بد ترین کے ہاتھوں قرار دی

بے دست و پا پہ شمرؔ لعین نے تلوار ماردی — نافعؒ کی روح پاک جناں کی طرف گئی
خالق نے اپنے فضل سے عزت یہ دی اسے — حُبِّ علیؑ سے خاص یہ عظمت ملی اسے
دینِ علیؑ پہ رہ گیا قائم یہ اس کا دین — افضال کبریا سے ملا رتبہ حسینؑ
اُلفت نے اہلبیت کے ثمرہ اسے دیا — اب ہے شہید راہِ خدا شکر کی ہے جا

نافع بن ہلالؒ پہ بھیجو صفاؔ سلام
یارب یہ داستاں ہو مقبول خاص و عام

ہلال ابن نافعؒ

ابتدائی حالات اور معرکۂ کربلا میں ہلالؒ کی شرکت

مجلسی علیہ الرحمہ، سپہر کاشانی، فاضل دربندی اور دیگر ارباب مقاتل نے نافع ابن ہلالؒ کے ساتھ ہلال بن نافعؒ کی شہادت بھی لکھی ہے ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی نے ان کے حالات میں لکھا ہے قد ربّاہ امیرالمومنین علیہ السلام۔ ان کی پرورش امیرالمومنین حضرت علیؑ نے کی تھی۔ اس بیان کو روز عاشور ان کے نوداماد ہونے کی روایت سے مدغم کرنے کے بعد نتیجہ نکلتا ہے کہ زمانہ حضرت امیرالمومنینؑ میں ان کا سن طفولیت تھا۔ اور واقعہ کربلا میں وہ کم وبیش پچیس ۲۵ سال کے جوان تھے۔

واقعہ کربلا میں شرکت

منتخب طریحی کے ایک خطی نسخہ سے واضح ہوتا ہے کہ دشت نینوا میں پہنچنے سے پہلے جبکہ امامؑ کا قافلہ راہ میں تھا اس وقت ہلالؒ آکر شامل ہوئے ہیں اور خبر شہادت مسلمؑ بھی انہیں سے معلوم ہوئی۔

قال الراوی فبینما الحسین فی السیر اذ طلع علیہ رکب مقبلون من الکوفۃ و فیھم ھلال بن قیس بن نافع البجلی و عمر بن خالد فسئالھما عن الناس فقالا اما الاشراف فقد استمالھم ابن زیاد بالاموال و اما باقی الناس فقلوبھم معک و سیوفھم علیک و بلغاہ الخبر من مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ

انھما قتلا فقال انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ثم قال
الراکب ولکم علی برسولی قالوا انھم قتلہ ابن زیاد
فاسترجع وبکی وقال جعل اللّٰہ لہ الجنۃ ثوابا"
اللّٰھم اجعلہ لنا ولشیعتنا منزلاً کریماً انک
علی کل شئ قدیر۔

ہلال کی آمد

راوی کہتا ہے امام حسینؑ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ کوفہ سے کچھ سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے جس میں ہلال ابن قیس بن نافع بجلیؒ اور عمر بن خالدؒ تھے (حسینی جوانوں نے) اُن سے مردم (کوفہ) کا حال پوچھا اور دونوں نے یک زبان ہوکر کہا کہ وہاں کے بڑے لوگوں کو ابن زیادؑ نے مال و دولت دے کر اپنا کر لیا ہے۔ اب رہے عوام تو اس میں شک نہیں کہ ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں مگر تلواریں آپ کے خون کی پیاسی ہیں۔ انہیں دونوں شخصوں نے حضرت مسلمؑ اور ہانیؒ (جگر پاش) خبرِ شہادت بھی سنائی۔ امامؑ نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون فرمایا اور پوچھا کہ تم کو میرے نامہ بر (قیس بن مسہرؒ) کا بھی کچھ پتہ معلوم ہے۔ عرض کیا ہاں وہ بھی ابن زیادؑ کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ پھر کلمۂ انا للّٰہ فرمایا اور روئے اور کہا خدا اس (مردِ میدان کے حسنِ خدمات کے صلہ میں) بہشت میں جگہ دے بار الہا ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کے لئے جنت میں ایک باعزت جگہ قرار دے تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔"

اس بیان کو ہم اس غرض سے بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں کہ اس میں ہلال کی ولدیت "قیس" ہے۔ "ہلال بن قیس بن نافع" بظاہر ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ بجائے باپ کے دادا کا نام ولدیت میں "ہلال بن نافع" مشہور ہوگیا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس انکشاف کے بعد وہ شبہ بھی دُور ہو جاتا ہے کہ نافع بن ہلالؒ اور ہلال بن نافعؒ ایک شخص تھے۔

اب رہا یہ امر کہ رفیقۂ حیات کے ساتھ ہونے کی کیا وجہ تھی۔ پھر اس نامراد بیوی کا کیا حشر ہوا۔ بہرعنوان کی تفصیل زیرِ نقاب ہے مگر اس سن و سال میں ان کی قربانی سے واضح ہوتا ہے کہ جوان صالح اور حق کے ساتھی تھے مادیت سے سن شباب میں منہ موڑ چکے تھے۔ اموی دولت جس کو دنیا مایۂ انبساط سمجھ رہی تھی اور جرائم و عصیان کے کوچہ میں پہنچانے کے لئے جو بے عقل انسان کے حق میں مشعل راہ کا کام دیتی تھی۔ اس کو ناپائدار سمجھا۔ وقت کہتا تھا کہ ابتدائے شباب میں خوب دادِ عیش دیں لیکن جب تجرد کی منزلیں طے کر کے تاہل کے جادہ پر آئے تو امامت کی جھلملاتی ہوئی شمع نے اپنا پروانہ بنایا اور پوری توجہ حسینیت کی جانب منعطف کر دی۔ سپہر کاشانی لکھتے ہیں:

"ہلال بن نافع بجلی جوانے بدیع جمال و نیکو اندام بود دوشیزہ درخطبہ داشت کہ ہنوز بادے طریق مضاجعت نسپردہ"

(ناسخ التواریخ)

ہلال بجلی نافع کے چشم و چراغ بڑے خوش جمال و خوش اندام تھے۔ ان کی منگیتر جس کو بیاہ کر لائے تھے ساتھ تھی مگر لطفِ حیات اٹھانے نہ پائے تھے کہ روحانیت کی فوج میں نام لکھوایا۔

اطلاع: ۔ عرب میں دو قبیلے ہیں جن کو بجلی کہا جاتا ہے ایک یمن میں ہے جس کو بجلی (بالتحریک) کہتے ہیں اور وہ ایک عورت کی نسل ہے جس کا نام بجیلہ تھا دوسرا بطن بنی سلیم سے ہے جس کی طرف نسبت پانے والے بجلی بالسکون ہے۔

واقعۂ کربلا میں خدمات

ہلال بن نافع رح کی ذاتی خصوصیات

علامہ محمد باقر بن عبد الکریم وہرشتی لکھتے ہیں:۔

لما نزل الحسین علیہ السلام فی کربلا کان اخص اصحابہ
واکثرھم ملازمۃ لہ ھلال بن نافع سیمانی منطان
الاغتیان لانہ کان حازماً بصیراً بالسیاستہ ۔
(دمعہ ساکبہ)

جب آقائے کونین ع کربلا کی زمین پر پہنچے تو اصحاب میں بہت ہی خاص درجہ کے مالک اور سب سے زیادہ ساتھ رہنے والے نافع کے پسر ہلالؔ تھے۔ وہ دشمن سے خطرات کی منزل میں بہت ہوشیار اور سیاست وقت سے باخبر تھے۔

شب عاشور

روایت ہلال بن نافع رح کربلا میں شب عاشور ہلال کی روایت مشہور ترین واقعہ ہے جس کو فاضل کامل مولانا محمد باقر بن عبد الکریم وہرشتی نے حالات شب عاشور میں نقل کیا ہے مگر سیاق عبارت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ زندگی کی آخری شب کا یہ واقعہ ہے۔ ممکن ہے نویں شب کی سرگزشت ہو۔ البتہ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب حسین ع اور اصحاب پر سختی بڑھ رہی تھی اور فوج قلیل کا ہر سپاہی خطرہ کا منتظر تھا۔

امامؑ عصمت سرا سے برآمد ہوئے اور کچھ دور نکل گئے۔ ہلال کی نظر پڑی۔ تلوار لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور پھرتی سے قریب پہنچے دیکھا کہ امامؑ تاریکی شب میں زمین کی پستی اور بلندی کو دیکھ رہے ہیں۔ یکا یک پلٹ کر پوچھا تم ہو ہلال۔ عرض کیا خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔[1] اس اندھیری رات میں سرکش دشمن کی فوج کی طرف آپ کے نکلنے سے مجھے بڑا ہی قلق ہے۔ فرمایا ہلال میں اس لیے نکلا ہوں کہ اگر دشمن کی طرف سے ہجوم ہو تو اسی بلندی پر خیمے نصب کر دیئے جائیں۔ ہلالؒ کہتے ہیں یہ فرماتے ہوئے اس شان سے پلٹے کہ میرا ہاتھ ہاتھ میں تھا اور زمین پر نظر کر کے کبھی فرماتے تھے "یہی یہی" کبھی کہتے "وعدۂ الٰہی میں نہیں نہ ہوگی"۔ پھر فرمایا اے ہلال تم اس وقت ان دونوں پہاڑیوں میں سے (جو سامنے ہیں) ہو کر چلے جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ ہلالؒ یہ سُن کر قدموں پر گر پڑے اور کہا میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک جان میں جان ہے۔ اِن باتوں کے بعد جناب زینب علیہا السلام کے خیمے میں آئے۔ بہن نے بھائی کو مسند پر بٹھایا اور آہستہ آہستہ کچھ باتیں ہوئیں۔ دیر نہ گزری تھی کہ شاہزادیؑ نے بلند آواز سے فرمایا اے بھیّا آپ نے ناصروں کو ان کے مرنے کی جگہیں تو دکھا دیں لیکن (ان عورتوں کے (نازک دلوں میں) دشمن کی جو دہشت ہے (اس کو دیکھتے ہوئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ) ان کا امتحان بھی لے لیا ہے؟ دشمن کو آپ سے دیرینہ کینہ ہے اور یہ عداوت ان کی قدیم ہے جو آپ جانتے ہیں میرے اوپر بھی ان منتخب روزگار جوانوں کے قتل ہونے اور بنی ہاشم کے چاندوں (کے غروب ہونے) کا (حادثہ) شاق ہے (مگر یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ) ان کا ضمیر بھی آپ کو معلوم ہے۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ آپ کو دشمن

---

[1] سب سے پہلے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جعلت فداک کا لفظ پیغمبر خداؐ کے لیے استعمال کیا۔ (کاس المساکین)

کے حوالے اور نیزوں کی باڑھ کے سپرد نہ کر دیں اور ظلم (کی گھٹا ہم پر) چھا جائے۔
امامؑ رونے لگے اور (ذمہ دارانہ لب و لہجہ میں) فرمایا لیس فیھم الا الاشوس الاقعس بہن ان میں نہیں ہیں مگر وہ جو مرنے پر جری اور ارادہ میں پکے ان کو موت سے اتنی ہی محبت ہے جیسے بچّہ کو ماں کے دودھ سے ہوتی ہے۔
ہلالؓ نے جب یہ سُنا تو روئے اور حبیب ابن مظاہرؓ کے خیمہ کی طرف چلے۔ دیکھا وہ ننگی تلوار لئے بیٹھے ہیں۔ سلام کر کے قریب آئے۔ حبیبؓ نے پوچھا ہلال کیوں نکلے۔ ہلالؓ کہتے ہیں میں نے سب حال سُنا دیا۔ حبیبؓ نے کہا قسم خدا کی اگر وقت کا انتظار نہ ہوتا تو ہم جلدی کرتے اور اسی رات دشمن کا تلوار سے علاج (شروع) کر دیتے۔ ہلالؓ نے کہا اے حبیب میرے۔ میں آقائے کونینؑ کو بہن کے خیمہ میں چھوڑ آیا ہوں اور (ثانیٔ زہراؑ) پردیس میں (دشمن کی اکثریت سے) گھبرا رہی ہیں۔ میں نے مخدرات عصمت کی صدائے نوحہ وشیون سُنی۔ بہتر ہوگا کہ ہم در خیمہ پر جا کر ان کو اطمینان دلائیں تاکہ ان کے دل ٹھہریں اور دشمن کا ہراس جاتا رہے۔ (اے حبیبؓ میں نے وہ منظر چشم دل سے) دیکھا ہے کہ میں بیتاب ہوں۔ حبیبؓ نے کہا کہ اچھا اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہناؤ (تقریر سے متاثر ہو کر حبیبؓ نوحہ کرتے ہوئے ایک سمت اور ہلالؓ دوسری طرف گئے اور تمام انصار کو جمع کیا۔ صدا پر بنی ہاشم بھی خیموں سے نکل آئے (چونکہ ان کی وفا پر اطمینان تھا) ہلالؓ نے کہا آپ اپنے اپنے ٹھکانے پر جائیں خدا آپ کی آنکھوں کو بیداری کی زحمت نہ دے۔
جب سب جمع ہو گئے تو حبیبؓ نے اصحاب سے خطاب کیا۔ اے ہیبت ناک شیرو! یہ ہلال ہیں۔ انہوں نے خبر دی ہے ہمارے سردار کی بہنؑ اور اہلبیتؑ کا رہا سہا عنصر تم سے شک اور شبہ میں ہے (لہٰذا) تم بتا دو جس نقطۂ وفا پر ہو تمام مجاہدوں نے تلواریں کھینچیں، عمامے سروں سے اتارے اور کہا اے حبیبؓ

خدا کا احسان ہے کہ ہم کو یہ دن دکھایا ہے۔ یہ قوم جب ہم پر حملہ کرے گی تو سروں کی بارش ہو گی۔ اور (تو سہی) کہ ان کے بڑوں سے ملائیں اور رسول ص کی وصیت جو ذریت کے بارے میں تھی اس کی حفاظت کریں گے۔

حبیبؒ نے (اپنی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد) اصحاب سمیت طناب خیمہ کے سامنے ٹھہر کر صدا دی اے ہمارے سردار یہ آپ کے ناصروں کی کھینچی ہوئی تلواریں ہیں۔ انھوں نے قسم کھائی ہے جو آپ کا بُرا چاہے گا یہ اس کی گردنوں پر گریں گے ان نیزہ باز نوجوانوں نے عہد کر لیا ہے کہ جو آپ کی جماعت کو پراگندہ کرے، ان کے سینوں میں اپنے نیزے اتار دیں گے۔

امامؑ نے (یہ پُرجوش کلمات سُن کر) فقال اخرجن علیھم یا آل اللہ۔ خدا کی پیرو بیبیوں کو آواز دی کہ سب اپنے خیموں سے نکل کر (خیمہ جناب زینبؑ میں قریب در) آئیں۔ اصحاب کی صدائیں کان میں پہنچیں اور عقب پردہ سے (اضطراری عالم میں) آواز دی حاموا ایھا الطیبون عن الفاطمیات اے پاکیزہ (طینت پاکیزہ خیال اصحاب) اولاد فاطمہؑ سے دشمنوں کو دور کرنے میں مدد کرو تمہارا کیا حال ہو گا، جب نانا ہمارے رسول خدا صلعم کا قیامت کے دن سامنا ہو گا اور ہم ان سے اپنی مصیبتیں بیان کریں گے۔"

(ہلالؒ کہتے ہیں) یہ دل دوز صدا حبیب ابن مظاہرؒ اور سارے بہادروں نے سُنی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اصحاب میں وہ جوش اور ہنگامہ برپا ہوا کہ کبھی یہ بے چینی اور اضطراب نہ دیکھا تھا۔ بے زبان گھوڑے اصطبل سے ہنہناتے ہوئے نکل کر خیموں کے گرد پھرنے لگے اور ہر مرکب اپنے راکب کو پکار کر وفا کا اقرار کر رہا تھا۔

(دمعہ ساکبہ طبع ایران ص ۲۹۳ طبع ۱۳۰۵ھ)

محترم مولف نے یہ بیان شیخ مفید علیہ الرحمہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اسے شیخ مفید کی کتاب ارشاد میں نہ ہونے سے صحت و اعتبار کے جادہ سے دور سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ ہر مولف کتاب ختم کرنے کے بعد اسی موضوع پر کچھ اور مواد پاتا ہے اور اس کو ملحقات یا دیگر یادداشتوں میں محفوظ کرتا ہے۔ یہ لازم نہیں ہے کہ واقعہ کربلا میں ان کی ساری عمر کی ریاضت ارشاد کے صفحات میں محدود ہو۔

اس کے علاوہ شیخ مفید کی تالیفات میں تقریباً ۱۵۰ کتابوں کے نام علم رجال میں موجود ہیں اور بجز چند کتب کے یہ سارا ذخیرہ کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ راوی نے ارشاد کے سوا کسی اور کتاب سے نقل کیا ہو تالیفات شیخ مفید میں کتاب البراہین فی المعجزات اگر سامنے ہو تو اس روایت کے مصادر کا پتہ مل سکتا ہے۔ ہر شہید کو اس کے مرنے کی جگہ بتانا نشان اعجاز اور علم امامت کا کمال ہے ورنہ وما تدری نفس بای ارض تموت۔ مسلّمہ حقیقت ہے امامؑ کی ذات مظہر علوم الٰہی ہے۔

صبح عاشور اور ہلالؒ کا عہدہ

ہلالؒ کی خدمات ایسی نہ تھیں جو اُن کو فوج قلیل کا کوئی عہدہ نہ دیا جاتا۔ ابومخنف لکھتا ہے جب فوجوں کی ترتیب ہوئی تو زہیر بن قینؒ کو ۲۰ سوار دے کر میمنہ (سمت راست) پر اور ہلال بن نافعؒ کو ۲۰ سواروں کے ساتھ میسرہ پر (سمت چپ) معین کیا۔ (ترجمہ اردو مقتل ابومخنف صـ ۴۸ مطبع یوسفی دہلی ۱۹۲۱ء)

ملا حسین واعظ کاشفی علیہ الرحمہ نے مسلم بن عوسجہؒ اور ان کے یتیم کی شہادت کے بعد ہلال بن نافعؒ کی جنگ لکھی ہے۔ وہ سرنامہ سخن میں رقم طراز ہیں:

"اگرچہ نامش ہلال بود اما جمالش چوں بدر درجۂ کمال بود و دراں نزدیکے خلعت نو دامادی پوشیدہ و از جام ازدواج شربت ابتہاج نوشیدہ"

نام ان کا ہلال تھا لیکن جمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت تھے اور ان کی شادی قریبی زمانہ میں ہوئی تھی اور لطف ازدواج اٹھانے نہ پائے تھے جب مرنے پر کمر باندھی تو عروس نے دامن تک ہاتھ پہنچایا اور کہا لڑنے نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ جان جاتی رہے۔ ہلالؒ نے کہا اے نادان تجھ سے دور ہوں کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں میں کسی سے گھٹ کر رہوں۔ میرا دل دنیا سے بھر گیا ہے۔ حسینؑ میرا شاہزادہ ہے اس کی نصرت میں میں نے جان دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ے

بعہد محبت وفا می کنم　　بہ خاک درش جان فدا می کنم

آئیں مودت نے الفت کا جو عہد و پیمان لیا تھا اس کو پورا کرتا ہوں اور ان کی چوکھٹ پر جان نثار کرتا ہوں۔

یہ باتیں امامؑ کے سمع ہمایوں تک پہنچیں۔ فرمایا اے بھائی تیرے عیال کی نظریں تجھ پر ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک دوسرے کے فراق میں گرفتار ہو۔ ہلالؒ نے کہا اے فرزند رسولؐ اگر آج آپ کو مصیبت میں چھوڑ دوں اور عیش و عشرت میں پڑ جاؤں تو کل قیامت کے دن آپ کے ناناؐ کو کیا جواب دوں گا۔ اور ان کے سامنے کیا عذر کروں گا۔ یہ کہہ کر اجازت حاصل کی اور میدان نبرد کا ارادہ کیا۔ فولاد کو خود سر پر رکھا کلف ماہتاب کی طرح چمکتی ہوئی گول ڈھال پشت پر لگائی ترکش میں تیر بھر کر کمر میں جگہ دی زہر میں بجھے ہوئے زمردی رنگ تیر عقاب کی طرح (اڑنے پر تیار) بجلیاں گرانا جس کا کام تھا وہ یمن کی جوہر دار تلوار حمائل کی ہلالؒ وہ تیر انداز ہیں جن کا تیر شکاری پرند کی طرح دشمن کے جگر

کے سوا کچھ کھاتا ہی نہیں اور تیز باز کی طرح وقت شکار صرف دل کو صید کرتا ہے۔

؎ تیر او چوں بنہد چشم برابر دی کماں زہ بگوش ظفر آید ز زبان سوفار

ہلالؓ کی جنگ

ہلالؓ بجلی کی طرح دوڑتے ہوئے اور چاند کی طرح تابندہ رو میدان میں پہنچے اور ایک فصیح و بلیغ رجز پڑھ کر مبارز طلب کیا۔ صفِ دشمن سے قیسؔ نامی پہلوان نکلا۔ ابھی دو سو قدم پر تھا ہلالؓ نے ایک تیر کمان میں جوڑ کر پھینکا جو اس کے سینہ پر پڑا۔ قیسؔ نے سپر اٹھائی تیر پشت کو توڑ کر زمین میں در آیا۔ لشکرِ مخالف اس تیر کی تباہی سے ایسا ڈرا کہ پھر کوئی سامنے نہ آیا۔ ہلالؓ نے قلب لشکر کی طرف رُخ کیا اور تیر سے ایک افسر کو الٹ دیا۔ ان کے ترکش کے چھوٹے تیروں نے بھی جن کو تیر اندازی کی اصطلاح میں خدنگ کہتے ہیں۔ (بحر ضلالت کے ایک ایک) گھڑیال کو بے جان کر دیا ؎

چوں دستش کماں را بیارا ستی زمبازہ زہر گوشہ برخاستی

اسّی تیر ان کے ترکش میں تھے۔ ہر تیر سے ایک سپاہی کو ہلاک کیا۔ جب تیر تمام ہو گئے تو تلوار نیام سے کھینچی اور دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ اور فوج دشمن کے سر گرانا شروع کئے یہاں تک کہ ان کے پاک و پاکیزہ جسم کا طائر روح ہاتف غیبی کی صدا ارجعی الیٰ، بلکہ سُن کر فادخلی فی عبادی[1] کے آشیانہ میں پہنچا۔ (روضۃ الشہداء)

دونوں مجاہدوں میں فرق یہ وہ بیان تھا جو ملا حسین کاشفی کے مقفّٰی مسجع رشحاتِ افکار کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے

[1] یہ آیۂ کریمہ امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۶۱

اس میں کہیں ہلال بن نافعؒ کے باز و ٹوٹنے کا ذکر نہیں ہے نہ ان کی گرفتاری اور شمرؒ کے قتل کرنے کا کچھ پتہ ہے نافع بن ہلالؒ اور ہلال بن نافعؒ کے حالات میں صرف تیر اندازی مشترک صفت ہے جس سے مقصد پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا۔ اگر تلوار ہر سپاہی کی جان ہوتی ہے تو ترکش کا تیروں سے لبریز ہونا بھی قانون جنگ ہے۔ لہٰذا ہلالؒ کے حالات نافعؒ کے حالات سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ حسب ذیل تفرقہ ہے:

(۱) سن وسال میں فرق ہے۔ وہ کبیر السن اور یہ نوعمر (۲) نافع بن ہلالؒ تنہا تھے اور ہلال بن نافعؒ کے ساتھ ان کی بی بی بھی تھیں۔ (۳) نافعؒ کی شہادت گرفتاری کے بعد ہوئی اور ہلالؒ نے میدانِ جنگ میں دم توڑا۔ (۴) نافعؒ کی باتوں میں خاندانِ رسالتؐ کی تین پشت کے حالات پر بحث ہے جو عمرِ طویل کی دلیل ہے اور ہلالؒ کے رجز میں جیسے ہم عنقریب درج کرتے ہیں ان کی جوانی کا پہلو ہے اوّل الذکر ضعیف اور عہدِ رسولؐ دیکھے ہوئے اور موخر الذکر نوجوان اور تازہ داماد۔

رجز

ناسخ التواریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہلالؒ نے دو رجز پڑھے ہیں۔ رجز کا ناقل ابو مخنف ہے۔

ارمی بھا معلمہ افواقھا مسمومہ تجری علی اخفاقھا
لاملئن الارض فی اخلافھا فالنفس لا ینفعھا اشفاقھا

ان تیروں کو چلاؤں گا جن کے سوفاروں پر نشان لگے ہوئے ہیں (وہ) زہر میں بجھے ہوئے ہیں اور پر لگا کر اُڑ رہے ہیں۔ ان کے ختم ہو جانے پر زمین کشتوں سے بھر دوں گا جس وقت موت سر پر آ پہنچے تو خوف کھانا کسی

نفس کے لئے فائدہ مند نہیں۔ (ترجمہ مقتل ابی مخنف)

دوسرا رجز وہ ہے جو اس جوشیلے مجاہد نے تلوار کھینچنے پر پڑھا ؎

ابا الغلام الیمنی البجلی دینی علی دین حسین بن علی
ان اقتل الیوم فھذا املی فذاک رائی والاقی عملی

بعض مقاتل میں یہ شعر بھی ہے ؎

اضربکم ضرب غلام بطل ویختم اللہ بخیر عملی

کہیں کہیں آخری مصرعہ یوں بھی دیکھا گیا ہے ع

اضربکم حتیٰ الاقی اجلی

میں ملک یمن اور قبیلہ بجلی کا جوان ہوں میرا مذہب وہی ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی تعلیم ہے۔ اگر میں آج قتل ہو گیا تو میری تمنا ہے اور یہی آخری تجویز ہے۔ شہادت کے بعد اپنے اعمال سے ملاقات کروں گا۔ میں تمہیں اسی طرح تلواریں لگاؤں گا جیسے ایک بہادر نوجوان شمشیر زنی کرتا ہے اور یہی سب سے بہتر کارگزاری ہے۔ میں تم پر حملہ سے باز نہ آؤں گا جب تک کہ موت سے دوچار نہ ہوں۔

بوڑھے مجاہد نافعؒ کے رجز میں "غلام" کا لفظ نہیں ہے اگرچہ محقق طریحی نے اپنی لغت میں لکھا ہے کہ غلام کا لفظ پیر مرد پر بھی صادق آتا ہے۔

ویطلق الغلام علی الرجل الکبیر مجازاً باسم ما کان علیہ کما یقال للصغیر شیخا مجازاً باسم ما یئول الیہ (مجمع البحرین)

بوڑھے کو بھی اس کے جوانی کے دور ماضی پر نظر کر کے مجازاً غلام کہتے ہیں جیسے بچہ کے لئے مستقبل کے لحاظ سے مجازاً شیخ کہا جاتا ہے۔ جب حقیقت کا قرینہ پایا جائے تو مجاز کو اختیار کرنا فصاحت سے اعلانِ جنگ ہے۔ اگر

اس لفظ کا صحیح محل استعمال دیکھنا ہو تو رخصت علی اکبرؑ کے وقت مظلوم کربلاؑ کی دعا یاد کرو قد برز الیهم غلام اشبه الناس۔ اب ان کی طرف وہ نوجوان لڑنے جاتا ہے جو سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ ہے۔

رجز بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہلالؒ کا عالم شباب تھا اور ان کی قربانی بہت زیادہ قابل احترام ہے۔ غرض ہلال کی شہادت کربلا کی اس تپتی ہوئی زمین پر واقع ہوئی جسے مظلوم کربلاؑ کی ابدی آرام گاہ ہونے کا فخر حاصل ہے اور ان کا خونِ ناحق کربلا کی خاک کو رنگین کر کے زمین کے پاک کرنے میں شریک تھا۔ طبتم وطابت الارض التی فیها دفنتم ان کی کامیابی کا آخری پہلو ہے۔

شہیدِ کربلا کے غم میں سب سے پہلا مرثیہ

مرنے والے پر اشکبار ہونا اور اس کی یاد میں نوحہ انسانی ہمدردی کا وہ عملی مظاہرہ ہے جس کو عرب کی سنگدل اور جنگجو قوم ہمیشہ سے روا رکھتی تھی۔ عقبہ بن عیسی پہلا شخص ہے جس نے کربلا کے شہیدوں کی قبروں سے گزرتے ہوئے یہ مرثیہ پڑھا:۔

مررت علی قبر الحسین بکربلا — ففاضت علیه عن دمعی غزیرها

وما زلت ابکیه وارثی لشجوه — ولیسعد عینی دمعها وزفیرها

وناديت من حول الحسين عصائبا — اطافت به من جانبیه قبورها

سلام علی اهل القبور بکربلا — وقل لها منی سلام یزارها

(الحسین صفحہ ۲۳۴ مؤلفہ علی جلال حسینی مطبع سلفیہ قاہرہ ۱۳۴۹ھ)

میں قبرِ حسینؑ کی طرف سے گزرا تو ان پر میری آنکھ سے آنسو جاری ہوئے۔

اور میں اسی پر روتا ہی رہا اور مرثیہ پڑھا اور میری آنکھوں نے اشکباری اور (دل نے) نالہ و فریاد کی سعادت حاصل کی۔ اور میں نے ان مقدس ہستیوں کو پکارا جن کی قبریں مزار امام کے گرد ہیں۔ سلام خدا ہو دشت نینوا کی قبروں میں سونے والوں پر اور میرا بھی سلام قبول ہو۔ اس سلام میں ہلال بن نافع بھی شریک ہیں۔

دشمن کی زبان پر مظلوم کی مدح

مؤلف شہدائے کربلا نے اپنی کتاب کے حصۂ دوم میں ایک اور شبہ وارد کیا ہے جس کا جائزہ لینا بھی سیرت نگاری کا فرض ہے۔

پھر ایک ہلال کی وہ روایت ہے جس میں حضرت سیدالشہداء کی تشنگی اور ہلال کا عمر سعد لعنہ کی اجازت سے پانی پلانے کے ارادہ سے جانا اور اس طرف امام کا شہید ہو جانا مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہلال عمر سعد لعنہ کی فوج میں سے کوئی شخص ہے مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(شہدائے کربلا ص ۶۷ طبع امامیہ مشن ۱۳۵۷ھ)

مجھے اس رائے سے بھی اتفاق نہیں ہے کیونکہ کوفہ و شام کی ٹڈی دل فوج اور لاتعداد دشمنوں کا نام بنام جائزہ لینا ممکن نہیں۔ جس پلیٹ فارم پر کم از کم تیس ہزار خونخوار جمع ہوں اور اس کی کوئی فہرست سامنے نہ ہو اس پر طائرانہ نظر کر کے یہ کہنا کہ ہلال اس میں نہیں ہیں۔ میرے بس کی بات نہیں ہے سید علی بن طاؤس، ملا محمد باقر مجلسی المتوفی ۱۱۱۱ھ، سید ہاشم بحرینی المتوفی ۱۱۰۷ھ جدی العلام سید العلماء علیین مکان صاحب مجالس مفجعہ المتوفی ۱۲۷۳ھ سب ہی نے وجود ہلال کو مانا ہے۔ صرف اس کا پانی لے کر آنا تو بلند پایہ مقاتل میں نہیں ہے ورنہ ہلال کے وجود میں کسی کو عذر نہیں ہے بلکہ

مدینۃ المعاجز میں تو روایت ہلال کو حضرت سید الشہداءؑ کا ایک سو انتیسواں معجزہ قرار دیا ہے۔ بنا بریں اس سے انکار لازم آتا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر لشکر مخالف میں شہداء کربلاؑ کا ایک ہمنام مع ولدیت موجود ہو۔

یہ بیان اس شخص کا ہے جس کے دل میں قتل کا ظالمانہ ارادہ تھا اور وہ دشمن ہو کر محو جمال ہوا۔ اس کی زبان پر امامؑ کے فضائل میں جو کچھ الفاظ جاری ہوئے وہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء کا ایک نقشہ ہے اس نے فوج کے بے رحم ہونے کا اقرار کیا ہے۔

فوج شام سے مجروح امام کی ثناء وصفت

ابن طاؤسؒ المتوفی ۶۶۴ھ فرماتے ہیں (ہلال بن نافع سے روایت ہے) اس کا بیان ہے کہ روز عاشور میں فوج عمر سعدؒ میں تھا۔ دفعتہً ایک شخص نے آواز دی اے امیر مبارک ہو شمرلعؒ نے حسینؑ کو قتل کیا۔ جب میں نے یہ سنا تو اُن میں سے نکلا اور اس وقت ان کے قریب پہنچا جبکہ رمق حیات باقی تھی۔ فواللہ ما رایت قتیلا قط مضمخا بدمہ احسن منہ ولا انور منہ وجھا عنہ ولقد شغلنی نور وجھہ وجمالہ ھیئتہ عن الفکرۃ فی قتلہ پس خدا کی قسم میں نے کوئی زخمی جو خون میں آغشتہ ہو ان سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا اور نہ ان کے چہرہ کا ایسا نور دیکھا ان کے رخ تاباں نے قتل کی فکر سے مجھے باز رکھا اس حالت میں بھی انہوں نے پانی مانگا تو میں نے سنا ایک مرد کہہ رہا تھا اے حسینؑ قسم خدا کی تم کو پانی نہ دیں گے۔ یہاں تک کہ تم (معاذ اللہ) جہنم کے گرم پانی سے اپنی پیاس بجھاؤ۔ میں نے سنا کہ حسینؑ جواب میں کہہ رہے تھے انا الا ارد لحامیہ ولا اشرب من حمیمھا الا ایھا الملعون بل ارد علی جدی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسکن معہ فی وارہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر واشرب من ماء غیر اٰسن واشکر الیہ ما ارتکبتم منی وفعلتم بی ۔ نہیں اے ملعون بلکہ میں اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں باریاب ہوکر جوار رحمت الٰہی میں میری جگہ ہے اور میں اس پانی سے سیراب ہوں گا جس میں ذرا بو نہیں اور ان ظالموں کی شکایت کروں گا جو تم نے مجھ پر کیئے قال فغضبوا باجمعھم حتی کان اللہ لم یجعل فی قلب احد منھم الرحمۃ شیئاً فاجتزوا راسہ (ان باتوں کا یہ اثر ہوا کہ) دشمن ٹوٹ پڑے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کسی ایک کے دل میں بھی رحم نہیں ہے سب نے مل کر قتل کیا اُس وقت بھی وہ ہدایت کے کلمات کہہ رہے تھے مجھے فوج کی بے رحمی سے حیرت ہوئی ۔

(۱) دیکھو مدینۃ المعاجز صد ۲۴۱ (۲) مجالس مفجعہ

(۳) مثیر الاحزان ابن نما صد ۴۲ (۴) مثیر الاحزان اللہوف

عبد علی بن حسین آل عصفور صد ۱۷۳

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸ - C1

لہ یہ آیہ کریمہ شان حضرت علیؑ میں نازل ہوئی ہے ۔

(۱) مطالب السئول صد ۸

(۲) ارجح المطالب صد ۱۰۴

(۳) مناقب المرتضیٰ شاہ علی حیدر کاکوروی صد ۶

سیرت ہلالؑ کے سبق آموز پہلو

خاتمۂ بیان میں اس بات پر محترم ناظرین کو متوجہ کرنا ضروری ہے کہ اس سوانح حیات کے مطالعہ سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے۔

(۱) ماں باپ کو اولاد کے نام رکھنے میں عقل و دانش سے کام لینا چاہیئے اور لغو بے معنی ناموں سے پرہیز ضروری ہے۔ اسی طرح وہ نام بھی نہ رکھے جن کو شریعت کی طرف سے بہت برا سمجھا گیا ہے مثلاً حکیم، حکم، خالد، مالک، حارث ان ناموں کو بطورِ کنیت استعمال کرنا بھی بہتر نہیں ہے۔ نیز جس کا نام محمد ہو اس کی کنیت ابوالقاسم نہ رکھنا چاہیئے اور ابوعیسیٰ بھی کنیت نہ ہو۔ بہترین نام پیغمبروں اور اماموں کے نام ہیں۔ یا وہ نام جن سے عبدیت ثابت ہو عبدالکریم عبدالرحیم وغیرہ۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ انکم تدعون یوم القیامۃ باسمآئکم واسماء ابائکم فاحسنوا اسمائکم تم قیامت کے دن نام اور ولدیت کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ پس اپنے ناموں کو اچھا قرار دو۔

(۲) شناوری (پیرنا) اچھی صفت ہے۔ ماہر فن اور استاد شفیق سے حاصل کرنا موجب ثواب ہے۔

(۳) تیراندازی کا رواج اگرچہ اس وقت نہ ہو مگر اس فن کے اچھے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ انبیاء و اوصیاء کے استعمال میں تیر و کمان تھی۔ ان کی پیروی ہر شخص کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

(۴) پانی پلانا خواہ کافر کو بھی کیوں نہ ہو بہترین صفت ہے۔

(۵) تیسری تاریخ کا چاند دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۶) جب مذہب پر آنچ آجائے تو جان عزیز نہ کرے۔ جناب امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے:-

اذا حضرت بلیۃ فاجعلوا اموالکم دون انفسکم واذا نزلت نازلۃ فاجعلوا انفسکم دون دینکم۔ جب کوئی مصیبت آجائے تو اپنے مال کو نفس کا صدقہ قرار دو اور جب کوئی مصیبت آئے جس میں تمہارے دین پر بن جائے تو اپنی جان کو دین پر نثار کر دو۔

(۷) انسان کے لئے انجام بخیر ہونے کی دعا کرنا چاہیئے۔ صفین و جمل میں نافعؒ نے جو جہاد کیا تھا وہ ان کی نجات کے لئے کافی نہ تھا جب تک زندگی کے آخری لمحات میں بھی نصرتِ دین نہ کی۔

(۸) اگر نیت میں خلوص اور ارادہ میں پختگی ہے تو اہم سے اہم مصیبت اور سختی کا نتیجہ خوشگوار ہو سکتا ہے۔ ظالم حکومت چاہتی تھی کہ اصحاب اخدود کو نذرِ آتش کر دے مگر خدا نے بچایا اور ستم گار خود ہلاک ہوئے ؎

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(۹) قرآن مجید پڑھتے رہنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ افسوس ہے کہ آج پانچ فیصدی بچے بھی قرآن پڑھ کر فارغ نہیں ہونے پاتے کہ ان کو دنیاوی تعلیم شروع کرادی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے انحطاط کا سب سے بڑا راز یہی ہے کہ ان کی مسجدیں ویران، عالم گوشہ نشین، قرآن رحل پر گرد آلود جزدان میں پھر بھلا وہ شاہراہِ ترقی پر کیونکر آسکتے ہیں۔

(۱۰) حق کی تلاش میں کوشش انسان کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوفہ کی ناکہ بندی ہلالؒ کے واقعہ کربلا میں پہنچنے میں سدراہ تھی مگر یہ عذر ان کے لئے کافی نہیں ہوا اور رکاوٹ ہوتے ہوئے پہنچ گئے۔

(۱۱) اس سیرت سے امانت داری کی بھی ایک بلند مثال سامنے آتی ہے۔ اگر

نافعؒ کا بیش قیمت گھوڑا جس کے سپرد ہوا تھا وہ مرکز پر نہ پہنچاتا تو کھلی ہوئی خیانت تھی مگر لانے والے نے ایمانداری سے کام کیا۔ پیغمبر خداؐ کی حدیث ہے
اقربکم منّی غدا فی الموقف اصدقکم للحدیث و اداکم للامانۃ و احسنکم خلقا (مجموعہ ورام)
کل بروز قیامت تم میں مجھ سے سب سے زیادہ وہ شخص قریب ہوگا جو بات چیت میں تم سب سے زیادہ سچا اور امانت داری میں سب سے زیادہ امین اور تم میں سب سے زیادہ خلیق ہوگا۔

(۱۲) تبلیغ دین میں جبر نہیں ہے اور کسی کو مجبور کرکے مسلمان بنانا رسولؐ کا شیوہ نہیں ہے۔

(۱۳) محبت اہلبیتؑ اور دشمنان دین سے بیزاری زندگی کے دو اہم پہلو ہیں جن پر عمل ضروری ہے۔

(۱۴) ارادہ اس قدر پختہ ہو کہ بڑھاپا سدراہ نہ ہو۔

(۱۵) مصلحت وقت پر نظر ضروری ہے۔ شامی نے صف دشمن سے نکل کر امامؑ کی شان میں جب ناسزا الفاظ کہے اس وقت نافعؒ کے لئے صبر یا اخلاق کا موقع نہ تھا۔ تحمل اور بردباری کو خیرباد کہہ کر نیزہ سے جواب دیا۔ کلوخ انداز را سنگ صحیح ہے مگر وقت کی نزاکت کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔

(۱۶) زندگی کی آخری گھڑی میں بھی حب وطن کو نہ بھولے۔ قبیلہ کا نام بتانا اپنے وطن کا تعارف تھا۔ ایک وقت وہ تھا کہ مسلمان اگر وطن چھوڑتے تھے تو جنت کا رخ ہوتا تھا اور ایک زمانہ آج ہے کہ محبت وطن دل میں باقی نہیں ہے۔ نبوی حدیث حب الوطن من الایمان بھول گئے۔ دیس کی محبت ایمان کے جذبہ سے ہے۔ (نان و حلوا و معراج الکلام ص۱۹)

(۱۷) جلد بازی اچھی شئے نہیں ہے مگر قرض کی ادائیگی اور مہمان کے سامنے کھانا لانا۔ گناہ سے توبہ، لڑکی کی شادی یا دفن میّت میں عجلت منصوص ہے بلکہ ہر نیک کام میں پھرتی ممدوح ہے۔ امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے من همّ بشئ من الخير فليعجل فان كان شئ فيه تاخير فان للشيطان فيه نظر۔
جو کسی اچھائی کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ جلدی کرے اس لئے کہ جس امر خیر میں دیر واقع ہوتی ہے اس میں شیطان کے لئے ایک موقع ہے کہ سد راہ ہو۔
ہلالؓ سمجھتے تھے کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا اس لئے مرنے میں دوسرے اصحاب پر سبقت کی۔

(۱۸) جنگ سے بھاگنا بڑی قابلِ نفرت بات ہے۔ اگر وقت پڑ جائے تو میدانِ نبرد میں جان کام آنا سعادت ابدی ہے۔ جہاد سے فرار وہ گناہِ عظیم ہے جس پر قرآن نے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ يا ايها الذين آمنوا اذا لقيتم الذين كفروا زحفا فلا تولوهم الادبار ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحيزا الى فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصير۔ (سورۂ انفال ع ۱۶ پ۹)

اے ایمان والو! جب تم سے لڑائی گتھ جائے تو دشمن کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا اور اس شخص کے سوا جو لڑائی کے واسطے کترائے یا کسی دستہ سے ملحق ہو۔ اگر دشمن کو پیٹھ دکھائے گا تو وہ غضب خدا میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

(۱۹) عیش و عشرت کی منزل ایک تندرست مرد کے لئے عورت سب سے زیادہ محبوب شے ہے اور واقعاتِ عالم شاہد ہیں کہ اس کی بدولت نفس کے بندے جان، مال، عزت قربان کر دیتے ہیں لیکن سیرت ہلالؓ سے یہ سبق ملتا ہے

کہ ناموس مذہب کے سامنے عورت کا خیال دماغ میں رہنے نہ دیا جائے اور مذہب کا ایسا والہ وشیدا ہو کہ رفیقۂ حیات سے منہ موڑے اور عروس مرگ سے ہم آغوش ہو۔

(۲۰) اپنے دورِ حاضر کی سیاست سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

(۲۱) موت سے محبت بہادر کا سب سے پہلا کام ہے۔

(۲۲) مصیبت زدہ خواتین سے ہمدردی ضروری ہے۔

(۲۳) تنظیم بہترین صفت ہے۔

(۲۴) اپنے مجمع میں کسی کو قائد سمجھ لینا دلیلِ عقل ہے۔

بل ابروؤں پہ دل غم انساں سے خالی ؛؛ باندھے ہیں ہلال بجلی تیغ ہلالی

عزیز المتوفی سنہ ۱۳۵۲ھ

خاتمۂ کلام

بازار کوفہ میں سوگوار بہن کا دل ہلا دینے والا نوحہ اور بھائی کو ہلالؑ کا خطاب

زبان عرب کی تخلیق جس گھرانے سے ہوئی وہ اگر اوقات مصیبت میں بے ساختہ نوحہ پڑھے تو اس کلام موزوں کو شعر و سخن میں شمار کرنا ان کی شان و صفت نہیں ہے اور شانِ اہل بیتؑ اس سے برتر ہے کہ ہم انہیں شاعر کہیں۔ خاتون جناں فاطمہ زہراؑ نے مدینہ میں باپ کا مرثیہ پڑھا اور ثانیٔ زہراؑ بھائی کا نوحہ پڑھتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ کوفہ کے بھرے ہوئے بازار میں دشمن مظلوم کربلاؑ کا سر بریدہ ناقۂ جنابِ زینبؑ کے قریب لے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت یاد آیا جو عہد امیر المومنینؑ میں اسی کوفہ میں جناب زینبؑ کا تھا۔ خلیفۃ المسلمین کی دختر

عاصمہ (دارالسلطنت) عراق میں اسیر ہے یا اس غیر معمولی اثر کا یہ سبب ہو کہ یہ بھی واقعہ ہے سرِ شہداء صندوق میں بند بھی رہتے تھے۔ اچانک سرِ برادر پر نظر پڑی اور سرِ زینبؑ بھی چوب محمل سے ٹکرا کر زخمی ہوا اور غمزدہ بہن نے بھائی کے سر سے خطاب کیا۔

یا ھلالا لما استتم کما لاً　　غالہٗ خسفہٗ فابدا غروبا

اے چاند امامت کے ابھی تو کمال کو بھی نہ پہنچا تھا کہ گہن لگ گیا اور غروب ہو گیا

ما توھمت یا شقیق فوءادی　　کان ھذا مقدّراً مکتوبا

اے میرے شفیق بھائی مجھے تو وہم بھی نہ تھا کہ قلم قدرت نے (محضر شہادت) یوں لکھا ہے

یا اخی فاطمۃ الصّغیرۃ کلّمہٗ　　فقد کاد قلبھا ان یذوبا

بھیا فاطمہ تو بہت چھوٹی ہے اسی سے کچھ بات کیجئے اس کا دل پھٹا جاتا ہے

یا اخی قلبک الشّفیق علینا　　مالہٗ قد قسیٰ وصار صلیبا

اے بھائی آپ تو ہم پر زیادہ سے زیادہ شفقت کرتے تھے وہ توجہات کیوں نہ رہے یہ کیا ہوا

یا اخی لوترےٰ علیا لدیٰ الاسر　　مع الیتم لا یطیق وجوبا

اے بھائی اگر آپ علی (ابن الحسینؑ) کو دیکھتے جو بیماری اور بے پدری کی مصیبت کے ساتھ قید بھی ہے۔

کلما اوجعوہ بالضّرب نادا　　ک بذلّ تفیض دمعا مسکوبا

اس (صابر فرزند پر) جب یہ ظالم تازیانہ لگاتے ہیں تو وہ بڑی بیکسی سے آنسو بہا کر آپ کو پکارتا ہے۔

یا اخی ضمّہ الیک و قرّبہ　　و سکّن فؤادہ المرعوبا

اے بھائی اس کو گلے سے لگائیے اور دور نہ رہیئے اور اس کے دہلے ہوئے دل کو تسکین دیجئے

ما اذلّ الیتیم حین ینادی　　بابیہ ولا یراہٗ مجیبا

کیسی بیکسی میں ہیں وہ بے پدر بچے جو باپ کو پکارتے ہیں تو کوئی جواب دینے والا نظر نہیں آتا۔

(۱) اخبار الاحزان و اثار الاشجان عربی محمد رضا کشمیری صہ ۹۴

(۲) ناسخ التواریخ جلد ۶ صہ ۳۲۶ طبع بمبئی

(۳) شیر احزان الملہوف عربی صہ ۱۸۶

(۴) موسوعۃ الغموم جلد دوم صہ ۴۰۲ مطبع جعفری

(۵) تحفۃ الناصریہ فی الفنون الادبیہ صہ ۶۴ تالیف ابوالقاسم بن الحاج محمد ابراہیم الرشتی الاصفہانی۔

(رفع اشتباہ) اس بیان میں یہ شبہ ہے کہ ایک طرف تو ذاکرین اسیری اہلبیتؑ میں پڑھتے ہیں کہ مخدرات عصمت شتر برہنہ پر سوار تھیں اور اس حکایت میں چوب محمل پر سر دے مارنے کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف بیان نہیں ہے بلکہ کربلا سے کوفہ اور شام تک مختلف مقامات پر اونٹ بدلے جاتے تھے اور یہ طویل راستہ ایک سواری پہ طے نہیں ہوا۔ مختلف سواریاں تھیں چنانچہ پانچویں امامؑ کی وہ روایت جس میں آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی اسیری کا حال بیان کیا ہے اس روایت میں ہے حملی علی بعیر یظلع بغیر وطاء و راس ابی علی علم ونسوتنا خلفی علی بغال وحولنا الرماح۔ (اے فرزند) مجھے ایسے شتر پر سوار کیا تھا جس پر کجاوہ نہ تھا اور میرے بابا کا سر مبارک ایک نشان پر تھا اور پشت پر عورتیں ہماری پست سواریوں پر تھیں اور نیزہ دار گھیرے ہوئے تھے۔

زینبؑ نے سر برادر کو ہلالؑ سے کیوں تشبیہ دیا؟

سوال یہ ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جو وارثِ فصاحت

امیر المومنینؑ تھیں سر بردار کو ہلال سے کیوں تعبیر کیا اس کی حسب ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں :۔

(۱) ہلال ایک جزء ہوتا ہے چاند کا اور اس ٹکڑے میں وہ سب موجود ہے جو پورے قرص میں ہے اس کو اصل سے جدا نہ سمجھو تم نے اپنے نزدیک سر و جسم کو جدا کیا ہے حیات شہداء کے لحاظ سے وہ متحد ہے جس طرح ہلال قطع شدہ جزء نہیں ہے چاند کا اسی طرح مظلوم کربلاؑ کے سر و جسم میں خنجر قاتل حائل ہو گیا ہے اور یہ تشبیہ ماخوذ ہے اس قول نبویؐ سے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ نبوت آفتاب ہے اور امامت ماہتاب ہے۔ (دیکھو مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ)

(۲) نام حسینؑ اور شور گریہ توام ہے ادھر زبان پر نام آیا ادھر صدائے شیون بلند ہوئی سے

از سر جیز آید صدائے شور و شین کربلا و زینبؑ و نام حسینؑ

بنابریں تعبیر مذکور ماخوذ ہوتی ہے خود قول امام انا قتیل العبرۃ[۱] سے میں کشتہ گریہ ہوں۔

(۳) چاند دیکھتے وقت کتنے لوگ ہیں جن کو نظر نہیں آتا حالانکہ وہ افق پر موجود ہوتا ہے۔ یہی حال ذات مظلوم کربلاؑ کا ہے تعصب اور اختلافات کی گھٹاؤں میں بعض ایسے ہیں جو ان کو پہچان نہیں سکے۔

(۴) یہ سیرت زینبؑ ماخوذ ہے عمل رسولؐ سے کہ وہ بحکم "نادِ علیاً"[۲] بھائی کو جنگ میں پکارتے ہیں اور مظلوم کربلاؑ لاش علی اکبرؑ پر پہنچتے وقت یا علی یا علی ابن[۳]

---

[۱] ناسخ التواریخ بحوالہ امالی صدوقؒ و کامل الزیارت وغیرہ صفحہ ۱۵ طبع بمبئی

[۲] دیکھو فواتح میبذی صفحہ ۱۱ و احسن الانتخاب فاضل کاکوروی صفحہ ۸۳

[۳] مجالس علویہ مولانا میر سید علی سلطان المحدثینؒ

اَنْتَ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ یہ رد ہے اس طبقہ کی جو کہتا ہے کہ پیغمبر ؐ کو یا رسول اللہؐ کہہ کر نہ پکارو حالانکہ قرآن میں یا ایّھا المزمّل موجود ہے۔

(۵) ولادت مظلوم کربلاؑ سویم ماہ شعبان ہے جو ہلالِ نو کی آخری تاریخ ہے ممکن ہے اس لئے ہلال کہا ہو۔

(۶) بہ لحاظ معانی ہلال کی عمر سہ روزہ ہے اور تیسری کے بعد چاند ہلال نہیں رہتا ممکن ہے کہ تین دن کی بھوک اور پیاس اس استعمال کا سبب ہو یا تین دن تک لاش کے بے گور وکفن رہنے پر اشارہ ہو۔

(۷) جو مرنے والے عمر طبعی کو پہنچ کر دنیا چھوڑتے ہیں وہ ایک حد تک منازلِ سن وسال پورے کر چکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے اشارہ امام کی ۵۴ سالہ عمر ہو جو عمر طبعی سے پہلے کی حد تھی۔

(۸) شہادت حسینؑ آغازِ حسینیت کی منزل ہے اور ہلال جس طرح مستقبل میں رفتہ رفتہ بدر ہوکر کامل ہوتا ہے اسی طرح واقعۂ کربلا کو جتنے دن گزرتے جائیں گے عظمتِ حسینؑ میں اضافہ ہوگا۔

(۹) ہلال کہنے میں مسئلہ رجعت کی طرف بھی اشارہ ہے اور زمانہ رجعت میں امام مظلومؑ بدر کامل ہوں گے۔

(۱۰) قرآنی فیصلہ ہے کہ ہلال سے اوقات کی حد بندی ہوتی ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ مہینوں کی معرفت "دین قیم" ہے ذات مظلوم کربلاؑ نے ساری دنیا کو وقت شناس بنایا جو مغرب زدہ طبقہ اپنے بزرگوں کے وصال کی تاریخیں جنوری، فروری، مارچ انگریزی مہینوں میں بتاتا ہے جس کے تعطیلات نظام شمسی پر قائم ہیں جو انگریزی پہلی کو تنخواہیں بانٹتا ہے جس سے پوچھو کہ آج کون سی تاریخ ہے تو وہ قمری مہینہ کے نام بھول گیا ہے۔ وہ عیسائیت نواز گروہ بھی محرم کا نام جانتا ہے

بلکہ کوئی قوم ایسی نہیں جو محرم کو نہ پہچانتی ہو۔ عہدِ مغلیہ کا شاعر حیدر طوطیائی کہتا ہے ؎

ماہِ محرم آمد و شد گریہ فرضِ عین   گریم خونِ بیادِ لبِ تشنۂ حسینؑ

اسی قرآنی خدمت اور تاریخی احسانات پر خواجۂ خواجگان اجمیر رحمت اللہ علیہ نے فرمایا "دین است حسینؑ" اور عہدِ آدمؑ سے، جو اعلان برتری کے خلاف طاغوتی اقدام تھا کہ ہم صفی اللہ کو سجدہ نہ کریں گے اس کو حسینؑ نے اقوامِ عالم سے کہلوایا۔ "امام حسینؑ"   ہر ماتم دار اُن کو امام حسینؑ کہتا ہے۔

(۱) شعر عموماً وقتی حالات کی تصویر کشی کرتا ہے اور جو مفکرین کہتے ہیں کہ اشعار سے تاریخ کی تدوین ہوتی ہے وہ ٹھیک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بازارِ کوفہ میں حسینؑ کا سر لاتعداد حاضرین کا مرکزِ نگاہ ہو رہا تھا۔ اس ہوشربا منظر نے شاہزادی کو ہلال کہنے پر تیار کیا۔

(۲) جو صلاحیتیں لے کر معصوم برسرِ تبلیغ ہوا اور اس کو جد و جہد کا موقع بھی ہاتھ آئے تو پھر اس کی بلندی نہ پوچھو وہ فرشِ زمین پر نظر آنے والی ہر شے سے ممتاز ہے۔ اس کی تمثیل آسمان کے تاروں سے بھی درست نہیں اسی کو چاند کہو تو زیبا ہے۔ اسی بلندیٔ درجات کا پھل ہے۔

یادداشت :۔ علم الاعداد کی روشنی میں اگر ہم ثانیٔ زہراؑ کی ندا کو سنتے ہیں تو (ھلالا) کے بحساب جمل ۶۷ عدد ہیں اور ۶۷ سنہ ہجری وہ سال تھا کہ قاتلانِ حسینؑ چُن چُن کر مارے جا چکے تھے اور مختارؒ کی حکومت ختم ہوئی تھی۔ یہ نکتہ بھولنا نہ چاہیئے۔ مختارؒ کے ولولہ انگیز جہاد ہم نے "مختار آلِ ہاشم" میں صرف علمائے اسلام کی بلند پایہ تواریخ سے قسطوں میں اخبار شیعہ لاہور کے صفحات میں شائع کئے ہیں۔ کاش یہ کتابی شکل میں آئیں۔ وھو حسبی و نعم الوکیل۔

منظوم سوانح عمری

ہلال ابن نافع رح

از نتیجۂ فکر۔ جناب مولوی شبیر حسن صفا الہ آبادی

جو رتبۂ ہلال رح سے واقف نہ ہو سکا — ایمان اپنا اس نے مکمّل نہیں کیا

رتبہ صحابیوں میں بصد شان پا گئے — خدمت سے آلِ پاک کے عبدِ خدا ہوئے

ملکِ یمن میں آپ کے اجداد رہتے تھے — اور خاندان بجلی انہیں لوگ کہتے تھے

نام ہلال رکھنے کا یہ ہو گیا سبب — رہتی ہیں عورتیں جو زچہ خانہ میں عرب

سب سے جو پہلی چیز نظر آتی ہے انہیں — بس اُس کے دیکھ لینے پہ پھر نام رکھتے ہیں

ماں باپ اُن کے رہتے ہیں ہر دم فدائے شاہ ؑ — ہر وقت چاہتے ہیں سنیں بس صدائے شاہ ؑ

دیکھا تھا پہلے چاند کو رکھا ہلال نام — اس طرح سے ہوئے یہ پسندیدۂ عوام

ماہ رجب کی سترہ سنہ چار ہے رقم — شنبہ کے روز پیدا ہوئے آپ صبحدم

تاریخ یہ بتائی ہوئی صابری کی ہے — چشتیہ خاندان کے اِک ناصری کی ہے

جب راہ میں تھا قافلہ مولا حسین ؑ کا — اُس میں ہوئے شریک ہلال قمر لقا

پہنچا نہیں تھا کربلا حضرت ؑ کا قافلہ — یہ راستے میں ہو گئے مولا ؑ پہ خود فدا

لشکر نے حُر کے آکے کیا جس گھڑی نمود — آلِ عبا ؑ پہ چھا گیا رنج و الم کا دُود

تھے کربلا کی راہ میں مولائے دو جہاں ؑ — کوفہ کے کچھ سوار دکھائی دیئے وہاں

شامل ہلال رح بھی تھے سواروں میں خوش نصیب — بولے جو کچھ کہوں گا وہ مولا ؑ ہی کے قریب

حالات کوفہ اُن سے لگے پوچھنے امام ؑ — اُن سے ہلال رح نے یہ کہا کیا کروں کلام

ابنِ زیاد لعین مالکِ کوفہ بنا ہے آج! — حاکم بنا ہے لوگوں پہ اور کر رہا ہے راج

امرائے شہر قابو میں ہیں اُسکے سب تمام
جو ہیں غریب اُنکے ہیں دل خود ہی تشنہ کام

تلواریں سب کی خون کی پیاسی ہیں ایکدم
کرتے ہیں بیدریغ ہر اک سر کو وہ قلم

مسلمؑ بھی قتل ہو گئے ہانیؒ ہوئے شہید
ہر دن کو یہ لعین سمجھتے ہیں یوم عید

معلوم تم کو حال ہے میرے سفیر کا
وہ قیس ابن مسہرؒ نامی وہ باوفا

کی عرض وہ بھی قتل ہوئے آہ بے خطا
ابن زیاد لعین نے انہیں خود قتل کر دیا

حضرت نے انا للّٰہ دوبارا ادا کیا
بخشش کی اُس کے واسطے کی شاہؑ نے دعا

مرنے کا اُس کے شاہ کے دل پر اثر ہوا
اُس باوفا شہید کی فردوس میں ہے جا

پروردگار میرے میرے شیعوں کے لئے
باغِ ارم میں خاص جگہ تو قرار دے

قادر ہر ایک شے پہ ہے اے ربِ بے نیاز
پڑھتے ہیں عبد تیرے اسی سے تیری نماز

دادا کا نام بیٹے کے منصب پہ لکھ گیا
اس طرح سے عوام میں مشہور ہو گیا

پہنچے تھے کربلا میں امام حسینؑ جب
سختی میں ساتھ دینے ہلالؒ آچکے تھے تب

عصمت سرا سے نکلے بہ تشویش شہِ دیںؑ
خطرہ میں ہر سپاہی پڑا تھا سوئے زمیں

حضرت چلے اندھیرے میں میدان کی طرف
ہر دم خیال رکھتے تھے ایمان کی طرف

دیکھا ہلالؒ نے جو شہہ دیںؑ کو راہ میں
تلوار لے کے آگئے پہلوئے شاہؑ میں

تاریک شب ہے اور زمیں دیکھتے ہیں شاہؑ
پستی پہ اور بلندی پہ رکھتے ہوئے نگاہ

دیکھا پلٹ کے اور کہا تم ہلالؒ ہو
کی عرض کس طرح نہ مجھے پھر ملال ہو

یہ رات کی اندھیری ہے، دشمن سپاہ ہے
ہر سمت فوج گھیرے ہے مشکل یہ راہ ہے

فرمایا اے ہلالؒ میں نکلا ہوں اس لئے
ثابت کرے قیام بلندی پہ جا ملے

خیمے اسی جگہ پہ نصب ہوں با انتظام
اس وجہ سے انہیں یہاں کرنا ہے اہتمام

فرما کے اس طرح سے بڑھے شاہ اتقیاؑ
دستِ حسینِ پاکؑ میں دستِ ہلالؒ تھا

فرماتے تھے زمیں پہ نظر کر کے کربلا
یہ وعدہ گاہ ہے میرے مرقد کی ہے یہ جا

فرمایا دو پہاڑیوں میں جا کے درمیاں ۔ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ بصد اماں
سن کر ہلالؓ قدموں پہ سرورؑ کے گر پڑے ۔ اور عرض کی کہ میں نہیں چھوڑوں گا بے مرے
پس اس کے شاہؑ خیمۂ زینبؑ میں آئے جب ۔ مسند پہ خود بہن نے بٹھایا بصد ادب
آہستہ باتیں کرنے لگے شاہ دو جہاںؑ ۔ آپس میں باتیں راز کی ہونے لگیں وہاں
عرصہ نہیں تھا گزرا کہ زینبؑ نے یہ کہا ۔ مرقد کی جا بھی اپنے احبّا کو دی بتا
ان عورتوں کے دل کی بھی ہے کچھ آپ کو خبر ۔ نازک ہے مثل شیشہ گرے ٹوٹ کر اگر
دیرینہ کینہ ہے یہ عداوت قدیم ہے ۔ ان دشمنوں سے آپ کو صدمہ عظیم ہے
روشن ہے آپ پر جو میرے دل پہ ہے اثر ۔ صدمے سے ہاشمیوں کے ناسور ہے جگر
ان کے ضمیر کیسے ہیں کیا ان کا حال ہے ۔ بے امتحان اس کا سمجھنا محال ہے
ڈر ہے مجھے حوالہ عدو کے نہ یہ کریں ۔ نیزوں کی باڑ میں نہ کہیں لے کے ڈال دیں
اس وقت یہ گھٹائیں جو اٹھیں کی سر بسر ۔ اس سخت امتحان سے ممکن نہیں مفر
رونے لگے بہن کے سخن سن کے شاہ دیںؑ ۔ فرمایا اے بہن میرے اصحاب وہ نہیں
ڈرتے نہیں یہ مرنے سے جانباز ہیں دلیر ۔ پختہ ارادوں میں ہیں شجاعت میں مثل شیر
رکھتے ہیں موت سے یہ محبت بصد وفا ۔ جس طرح بچہ دودھ سے ماں کے ہے آشنا
جس دم سنا ہلالؓ نے پُر درد ماجرا ۔ رونے لگے حبیبؓ کے خیمہ کی سمت جا
جا کر کیا سلام تو پوچھا حبیبؓ نے ۔ کیسے ہلالؓ آئے ہو اس وقت دیکھنے
جو حال تھا وہ کہہ دیا جا کر حبیبؓ سے ۔ فرمایا بیٹھ جاؤ یہاں تم قریب سے
گر انتظار وقت نہ ہوتا نصیب میں ۔ دکھلاتا میں بہادری وقت قریب میں
شہزادیٔ جہاںؑ ہیں بہت سخت بیقرار ۔ الفت کا ہم سبھوں کے نہیں انکو اعتبار
بولے کہ شہہؑ کو خیمۂ خواہر میں چھوڑا ہے ۔ شہزادی کو ہجوم تفکر نے گھیرا ہے
بہتر ہے یہ کہ ہم در خیمہ پہ جائیں سب ۔ تسکین ان کو دے کے الگ اجر پائیں سب

انصار کو بلانے چلے ہر طرف حبیبؑ | اور دوسری طرف کو ہلالؓ بلا نصیب
سن کر صدا کو سب بنی ہاشم نکل پڑے | سب مطمئن تھے ان کی وفا پر کھڑے رہے
سب ایک جا ہوئے تو کہا یہ حبیبؒ نے | شمشیر و بہادری نہ کہیں کوئی چھین لے
لائے ہیں یہ ہلال خبر خیمہ گاہ سے | شہزادی مضطرب ہیں عدو کی سپاہ سے
شک ہو گیا ہے آلِ رسالت مآبؐ کو | تکلیف میں نہ ڈالیں بنی بو ترابؑ کو
تم لوگ اپنے عہد و وفا پر ہو یا نہیں | تیغیں کھینچیں سروں سے عمامے گرے وہیں
کہنے لگے حبیبؒ یہ احسان کم نہیں | یہ دن نصیب ہم کو ہوا شہؑ سے بالیقیں
حملہ کرے گی فوج تو سر کو کٹائیں گے | اور خونِ دل کو شوق سے اپنے بہائیں گے
جب مطمئن حبیبؒ ہوئے ساتھ لے لیا | خیمہ کے گرد جا کے صدا دی پئے خدا
الفت ہماری کھوٹی نہیں ہے خدا گواہ | سر کاٹ دیں گے آئے گی جس دم اِدھر سپاہ
یہ عہد نیزہ بازوں نے بھی دل میں ہے کیا | نیزہ چبھو کے سینہ کو کر دیں گے زخم سا
جس دم سنی امامؑ نے پُر جوش یہ صدا | شاباش اے مجاہدو دینے لگے دعا
آواز دی تو آ گئیں سب بیبیاں تمام | سننے لگیں کلام مجاہد وہ تشنہ کام
آواز آئی پردۂ در سے با اضطراب | اولادِ فاطمہؑ سے کرو دور یہ عذاب
نانا رسولؐ پوچھیں گے جب تم سے حشر میں | تم کیا جواب دو گے وہاں ان کو حشر میں
جب ہم کریں گے اپنے مصائب وہاں بیاں | اور ہر طرح سنائیں گے رو رو کے داستاں
دلدوز جب صدائیں سنیں سب نے برملا | کھا کر قسم ہر ایک نے ہنگامہ کر دیا
دیکھا نہ تھا کسی نے کبھی ایسا اضطراب | اس طرح غازیوں نے مکمل دیا جواب

گھوڑے بھی ہنہنانے لگے گرد خیمہ کے
راکب کے دل کو اور بھی مرکب بڑھاتے تھے

صبح عاشور اور ہلال کا عہد

ترتیب فوج ہو چکی جس وقت شاہ کی — آنے لگیں صدائیں ہر اک سمت واہ کی
لشکرِ خدا ہلالؓ بھی سردار ہو گئے — فوج خدا کے رن میں علمدار ہو گئے
نام اُن کا تھا ہلالؓ مگر حُسن تھا کمال — بس چودھویں کے چاند کی مانند تھے ہلالؓ
تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا شادی کئے ہوئے — ہمراہ اپنے جاتے تھے زوجہ لئے ہوئے
چکھا نہیں تھا شربت ازدواجِ زندگی — معبود کی خوشی میں کمر اپنی باندھ لی
دامن کو آکے پکڑا عروسِ نزار نے — لڑتے نہ جاؤ جان بچاؤ فشار سے
کہنے لگے عروس سے ناداں دُور ہو — ایسا نہ ہو کہ ہم سے عبث کچھ قصور ہو
دنیا سے بھر گیا ہے میرا دل بصد سرور — شہزادے ہیں حسینؑ مرے جاؤں گا ضرور
نصرت کروں گا جان بھی صدقے کروں گا میں — اُلفت میں اس جناب کے لڑ کر مروں گا میں

بعہدِ محبت وفا می کنم
بخاکِ درش جان فدا می کنم

جس دم سُنی حضور نے تقریر پُر ملال — فرمایا ہیں پریشان زیادہ ترے عیال
منظور یہ کسی طرح ہرگز نہیں مجھے — ہو ایک دوسرے میں جدائی کا غم تجھے
پیمان و عہد حکم مودت ضرور ہے — مولائے دوجہاں کی اطاعت ضرور ہے
بولے ہلالؓ رشتۂ اُلفت کو توڑ کے — جاؤں کہاں میں آپ کو آفت میں چھوڑ کے
عیش و طرب میں پڑ کے کروں زندگی بسر — لیکن نہ آخرت پہ رہے پھر میری نظر
روزِ جزا رسولؐ کو دوں گا میں کیا جواب — کیا عذر اس کے سامنے ہوگا میرا جناب
یہ کہہ کے حکم اذن لیا تشنہ کام سے — میداں کی طرف چلے حکمِ امامؑ سے
فولاد کا تھا خود کلف مثل ماہتاب — خورشید کی طرح سے چمک اس کی لاجواب

اِک گول ڈھال پشت پہ اپنے لگا لیا ترکش میں تیر جتنے تھے اُن سب کو بھر لیا
وہ تیر سب بجھائے ہوئے زہر میں تمام رنگ زمردی تھے دکھائے تھے اپنے نام
مثلِ عقاب اڑنے کو تیار ہو گئے بجلی گرے گی جلد یہ آثار ہو گئے
تلوار تھی یمن کی جو جوہر دکھاتی تھی دشمن کے خون کو اپنی نظر سے بہاتی تھی
تیر افگنی میں اپنی یہ ثانی نہ رکھتے تھے پیہم نظر سے اپنی یہ بجلی گراتے تھے
رکھ کر کماں پہ تیر نظر اس پہ رہتی تھی سوفار سے ظفر ہی کی آواز آتی تھی
بجلی کی طرح دوڑ کے میداں میں آ گئے مانند ماہ روشنی پھیلا کے چھا گئے
پڑھنے لگے فصیح رجز اور یہ کہا آئے مقابلہ کو کوئی زور آزما
اِک قیس نامی پہلوان میدان میں آ گیا شکل عقاب تیر بھی پر تولنے لگا
ناوک کی زد میں قیس بد انجام آ گیا اُس کی سپر فضا میں وہ خود سر زمیں پہ تھا
لشکر یہ رنگ دیکھ کے حیران ہو گیا ایسا ڈرا کہ کوئی نہ نکلا پئے وغا
فوراً ہلالؒ قلب پر لشکر کے جا پڑے افسر کو تیر مارا الگ جا کھڑے ہوئے
ترکش میں اُن کے تیر تھے اسّی گنے ہوئے ہر ایک تیر سے ہوئے زخمی بڑے بڑے
تلوار کھینچی جبکہ ہوئے تیر سب تمام جوہر نمائی کرنے لگی تیغ بے نیام
دشمن کے سر کٹے نظر آتے تھے چار سُو چاروں طرف سے وار لگے کرنے سب عدو
آخر کو رُوح پاک ہوئی جسم سے جُدا آئی فلک سے ہاتف غیبی کی یہ صدا
ہے ہے شہید ہو گیا ناصر حسینؑ کا شاباش اے ہلالؒ خوش انجام مرحبا
کرتا ہے اب صفا یہ سلام آپکو ہلالؒ درجات اعلیٰ آپنے پائے زہے کمال

ہو کر شہید راہ خدا کام کر گئے
عالم میں آکے اچھی طرح نام کر گئے!

بابُ المراثی

مرزا فصیحؔ مرحوم المتوفی ۱۲۳۰ھ

یہ مژدہ سُن کے غازی نے شہادت کھیت میں پائی ؛ لڑے میدان میں پھر سبط نبی کے سارے مجرائی
سعید و سعد و حجاج ابن زید و مالک و قعنب ؛ نعیم و نافع و عمرو ضبعہ و عابس و شوذب
سوئے مذکور جن کے نام یہ سب شہ کے ناصر تھے ؛ یہ غازی کربلا میں خدمت عالی میں حاضر تھے

میر انیسؔ مرحوم المتوفی ۱۲۹۱ھ

عابس کو غیظ لشکر بدخو پہ آگیا غصّہ سے بل ہلالؓ کے ابرو پہ آگیا

میر مونسؔ مرحوم المتوفی ۱۲۹۲ھ

اے ابن قیسؔ و ابن مظاہر مدد کو آؤ ہاں اے ہلالؔ و وہبؔ مسافر مدد کو آؤ

نعششؔ المتوفی ۱۳۰۹ھ

کچھ تو جواب دو خلف بوترابؑ کو کیوں اے ہلالؓ تم نے بھی چھوڑا رکاب کو

میر نفیسؔ مرحوم المتوفی ۱۳۱۸ھ

سعد کے واسطے گہ اشکوں سے منہ دھوتے ہیں کبھی مالکؒ کبھی نافعؒ کے لئے روتے ہیں

رفیعؔ خلف اوجؔ

دن دوپہر تھی چاند کی تنویر دوش پر جھوٹے ہلالؓ رکھ کے جو شمشیر دوش پر

(اطلاع :) سید فراست حسین صاحب مرحوم زید پوری نے ہلال بن نافعؒ کے حال میں پورا مرثیہ نظم کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

رن ہے روشن کہ ہلالؓ بجلی آتے ہیں

حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا صَاحِبَ العَصْرِ وَالزَّمَانْ اَلْمَدَدْ

"قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں
غمِ حسینؑ کا جو اہتمام کرتے ہیں"

نام کتاب

حُسینؑ حُسینؑ

مرتبہ و مؤلفہ

محمد وصی خاں

شخصیتِ امام عالیمقام پر، حیرت انگیز معلوماتی
تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی
بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے۔ ہزاروں سال کی محنت،
ہزاروں سال کا نچوڑ اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل
کیا ہوا مواد ——————

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر کراچی ۷۴۰۰۰

2431577

حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ
شہید
حسینؑ